رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۰

THE ALHAKAM, WEEKLY, QADIAN

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا ہے

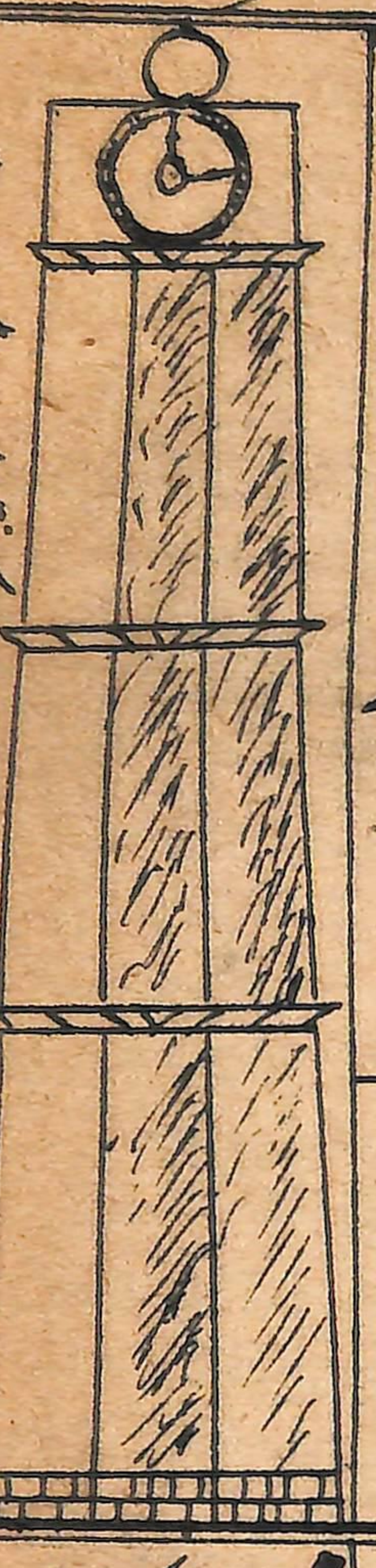

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

قادیان

چہ گویم باتو گر آئی چہادر قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

الحکم

ماہوار ایڈیشن

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

سالانہ چندہ
حکومت اور والیان ریاست سے ہر
امرا اور روسا سے صہ
معاونین سے عہ
عوام سے صہ
ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ر ۱۴ر ۲۱ر ۲۸ر تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ
۲ر

جلد ۳۹ | ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ تاریخ فروری ۱۹۳۶ء بوم جمعہ | نمبر ۷و۸

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفر سندھ کی آخری رپورٹ

کراچی سے لاڑکانہ تک کا سفر

سکھر ۲۱ر فروری۔ ۱۸ر فروری کی صبح کا وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے بعض موزوں قطعات زمین منتخب کرنے میں صرف فرمایا۔ اور جزیرہ منوڑہ میں بھی تشریف لے گئے۔ جہاں سمندر کی ہوا کھائی۔ وہاں بہت سے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب نے حضور سے ملاقاتیں کیں۔ حضور بعد دوپہر منگھوپیر کے چشمے دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد کلفٹن کے مقام سے سمندر کا منظر دیکھا۔ بدھ کی صبح کو حضور مناظر دیکھنے کے لئے ملیر تشریف لے گئے۔ راستہ میں حضور نے ڈرگ روڈ پر ہوائی مستقر کا بھی ملاحظہ فرمایا۔ اسی روز شام کو مسٹر طیب جی صاحب بیرسٹر نے جو سر اکبر حیدری کے داماد ہیں۔ حضور کے اعزاز میں اپنے مکان پر دعوت چائے دی اور بہت سے مقامی معززین کو بھی مدعو کیا۔ میزبان کی درخواست پر حضور نے ایک نہایت مؤثر تقریر فرمائی جس میں آپ نے اس بات پر زور دیا۔ کہ ہمیں چاہیئے۔ ہم ان صفات الٰہیہ کا جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں۔ مطالعہ کریں۔ اور ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ شام کو حضور نے احمدی اور غیر احمدی خواتین کے ایک مجمع میں تقریر فرمائی۔ جس میں نمازوں میں باقاعدگی پیدا کرنے دوسرے مذہبی فرائض کو کما حقہ بجالانے اور بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دینے پر زور دیا۔ سات مستورات نے بیعت کی۔

جمعرات کی صبح حضور مع خدام کراچی سے لاڑکانہ کے لئے روانہ ہوئے۔ دوپہر کو ٹرین کوٹری پہنچی۔ جہاں خان صاحب نعمت اللہ خاں صاحب نے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔ جو ٹرین میں پیش کیا گیا۔ سیوہن سٹیشن پر ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اخوند نے چائے اور مٹھائی پیش کی۔ کوٹری اور باڈہ سٹیشن کے درمیان متعدد سٹیشنوں پر مقامی اور گرد و نواح کے دیہات کے احباب حضور کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔

۶ بجے شام حضور باڈہ گاڑی سے اترے جہاں تین سو کے قریب احمدی و غیر احمدی احباب نے حضور کا استقبال کیا۔ مقامی جماعت نے ایڈریس پیش کیا جس کا حضور نے جواب دیا۔ اور سندھ کے احمدی طلبا کو تعلیمی امداد دینے کا وعدہ فرمایا۔ حضور نے حاضرین کو اس بات کی تلقین کی کہ وہ احمدیت کا ایک بلند پایہ نمونہ بنیں۔ تاکہ ارد گرد کے غیر احمدی لوگ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم قبول کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ باڈہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے سندھی احمدیوں کی ایک بہت بڑی تعداد آباد ہے۔

باڈہ سے ۹ بجے شب کار پر حضور لاڑکانہ پہنچے۔ جہاں خان صاحب نیاز محمد خاں صاحب ہوم انسپکٹر پولیس کے زیر اہتمام مقامی معززین نے جن میں خان بہادر محمد ایوب خاں صاحب خسرو ایم۔ ایل۔ سی۔ مسٹر غلام عباس صاحب قادری ایڈیٹر الحقیقت۔ مسٹر عبدالوحید خاں صاحب سٹیشن ماسٹر۔ مسٹر اللہ بخش خاں صاحب انسپکٹر پولیس۔ مسٹر ایم۔ آئی۔ اوڈیل پرنسپل سندھ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضور کا استقبال کیا۔ ان میں سے بعض اصحاب نے اس دعوت میں جو خان صاحب نیاز محمد صاحب کی طرف سے حضور کے اعزاز میں دی گئی۔ شرکت کی۔ نماز جمعہ کے بعد حضور لاڑکانہ سے روانہ ہوئے۔ متعدد مقامی معززین جمعہ کی صبح کو حضور کی زیارت کے لئے آئے۔ گذشتہ تین چار روز کی شدت کام اور متواتر سفر کے باعث حضور کی طبیعت ناساز ہے۔

(الفضل)

سرپرستان و خریداران الحکم سے خطاب

برادران! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ میں سے کسی دوست کو غالباً یہ ماننے میں انکار نہ ہوگا۔ کہ اخبار الحکم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات۔ ڈائریاں۔ مکتوبات خطبات کلمات طیبات جمع کرنے میں جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس کی نسبت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں لکھا تھا۔

مکرمی شیخ صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم کو جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالےٰ برکت دے۔ اور اس ارادے کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو خدمت کا موقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور "بدر" کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے لیکن میرا دل یہی چاہتا ہے۔ کہ الحکم جسکا نام ہی۔ بتاتا ہے۔ کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللھم آمین (دستخط مبارک حضرت امیر المومنین)

اس سے بڑھ کر الحکم کے لئے باعث افتخار کیا ہوگا۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے بذات خود ان خدمات کا اعتراف فرمایا۔

اس کے بعد میں نہیں خیال کر سکتا۔ کہ کوئی مخلص احمدی ایسا ہو۔ جو یہ کہہ کر گزر جائے کہ اخبار الحکم کی کوئی خدمت ایسی نہیں جس پر قوم کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پھر ایک ایسے اخبار کے متعلق احباب کی اس قسم کی سرد مہری۔ کہ اس کی قیمتوں کی ادائیگی ہو کر نہ۔ کیا قابل افسوس نہیں؟

میں نے ایک دفعہ جبکہ الحکم کی موجودہ مالی کمزوری اور احباب کی عدم توجگی کا تذکرہ اخبار میں شائع کیا۔ تو آریہ اخبارات نے اس پر جماعت کی بے توجگی کا ذکر کر کے ہنسی اڑائی تھی۔ اگرچہ میں کبھی اس قسم کے دشمنوں کی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن یہ ایک حقیقت الامر ہے۔ کہ ہماری غفلتیں بھی بعض اوقات دشمنوں کے لئے ایک ہنسی کا موقعہ پیدا کر دیتی ہیں۔ میں ایک زندہ جماعت سے ہی توقع رکھتا ہوں۔ کہ وہ اپنے پریس کو مضبوط کرے گی اور کسی دشمن کو ہنسی کا موقع نہیں دے گی۔ اخبار الحکم کی حالت ایسی نہیں ہے۔ کہ وہ بیرونی آمدنی ہو یا نہ ہو خرچ کرتا چلا جائے۔ اخبار کا نکلنا اور وقت پر شائع ہونا اس کی آمدنی پر منحصر ہے۔ جو خریداران کی توجہ ہی سے ہو سکتی ہے۔ مگر ابھی تک ۳۴ء سنہ ۳۵ء کے بقائے بھی موجود ہیں۔ چہ جائیکہ سنہ ۳۶ء کی قیمتیں وصول ہوں۔

اب جبکہ سنہ ۳۶ء یا سنہ ۳۴ اور ۳۵ء کے وی۔ پی بھیجے جاتے ہیں۔ تو اکثر احباب امانت میں رکھ کر واپس کر دیتے ہیں۔ اور بعض فوراً ہی مکتوب الیہ لینے سے انکاری ہے۔ لکھ کر واپس کر دیتے ہیں۔ سال بھر اخبار لینے کے بعد جو لوگ ایسا طریق اختیار کرتے ہیں۔ وہ اگرچہ بالارادہ اخبار کو نقصان نہ پہنچاتے ہوں۔ مگر وہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور اس طرح ایک معقول رقم سالانہ وی پیوں کی واپسی کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہے۔ اور جب روپیہ ہی نہ ہوگا تو اخبار کی باقاعدگی اور عمدگی کیسے ہو سکتی ہے؟

میں آج اس مکتوب کے ذریعے احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ الحکم کے حقوق کی طرف پوری توجہ کریں اور اس کے بقائے صاف کر دیں تاکہ الحکم عمدگی اور باقاعدگی سے جاری رہ سکے۔ سنہ ۱۹۳۶ء کے لئے جو احباب چاہتے ہیں۔ کہ ان کے نام وی۔ پی نہ ہوں۔ وہ اپنی قیمت بذریعہ منی آرڈر دفتر کو بھیجدیں۔ ورنہ ہر ایک دوست کو قیمت کی ادائیگی کے لئے وی پی کے وصول کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور سنہ ۳۴ و ۳۵ء کے بقائے جن احباب کے نام ہیں وہ مہربانی فرما کر اب مزید تاخیر نہ کریں۔ اور بقائے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں۔ ورنہ میں ان کے نام بلا استثناء وی۔ پی کرنے کے لئے مجبور ہوں اور جو احباب اخبار الحکم کو خرید نا پسند نہ کریں یا اس کی قیمت کی ادائیگی کی توفیق نہ رکھتے ہوں۔ وہ بے شک اطلاع دیکر اخبار بند کرا لیں۔ مگر اخبار کو نقصان نہ دیں۔

جو احباب الحکم کی گذشتہ اور موجودہ خدمات کی قدر کرتے ہیں ان سے میری درخواست ہے۔ کہ وہ الحکم کو جدید خریدار دیکر الحکم کی اس کمی کو جو اب لاحق ہو رہی ہے ادا فرما کر میری مدد کریں۔ میں جانتا ہوں کہ ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو الحکم کے ہمیشہ قدردان رہے ہیں۔ اور اب بھی وہ موجودہ خدمت کو جو سیرت طیبہ کے جمع کرنے میں الحکم سرانجام دے رہا ہے۔ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پس میں ان سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ توجہ کریں۔ کیونکہ الحکم ان کی توجہ کا منتظر ہے۔

بیرونی ممالک کے خریدار

اسی سلسلہ میں میں نے متعدد مرتبہ اعلان کیا ہے۔ کہ بیرونی ممالک کے خریداروں میں سے اکثر ایسے ہیں۔ جن کے ذمہ الحکم کی قیمت سنہ ۳۴ و ۳۵ء باقی ہے۔ اور سنہ ۳۶ء شروع ہو رہا ہے۔ میں اگلے نمبر میں ان کا نمبر خریداری اور حساب الحکم میں شائع کر دونگا۔ میں ان سب سے توقع کرتا ہوں۔ کہ وہ فوراً اپنی قیمتیں ادا کر کے مجھے شکریہ کا موقع دینگے۔ اور اگر اب بھی انہوں نے کوتاہی کی تو وہ سب کے سب الحکم کو نقصان پہنچانے والوں میں شمار ہونگے۔

مگر مجھے یہ یقین ہے۔ کہ سب دوست اپنے حسابات صاف کر کے الحکم کو اس پُرخطر وادی سے نکال دینگے۔ والسلام۔

(خاکسار محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم)

دُعا

منزلِ مہ سے بھی مجھے دور دیا جو مستقر
میں ہوں شکستہ بال و پر تو ہی دے بال و پر مجھے
وحشتِ حیات میں کوئی بانگ درا نہ ہم سفر
عقل تو خود ہے کم نظر اور دے راہبر مجھے
آتشِ لالہ بے فروغ داغِ فسردہ ہے مگر
ایسا نہ دے مجھے جگر سینہ میں شرر مجھے
جادہ قید و بند پر کوکب و ماہ کا سفر!
کہکشاں سے بلند تر دے کہیں رہگزر مجھے
"پیر حرم" کے مکر سے راہِ نجات پُر خطر
نالہ و آہ کو اثر دے دلِ باخبر مجھے
خونِ جگر بنے عقیق اشک چکیدہ ہو گہر
کچھ تو فغاں کا ہو اثر کچھ تو ملے ثمر مجھے
بر ہے مثالِ خشک لب بحر ہے مثلِ چشم تر
یہ جہاں اتنا مختصر! اور دے بحر و بر مجھے

شبنم سرحدی بی۔ اے

۷/ مارچ کو ظاہر ہونے والے عظیم الشان نشان کے جلسہ کے متعلق

قادیان ۷/ مارچ۔ آج بعد نماز عصر مسجد نور میں زیر صدارت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں اسلام کی صداقت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ظاہر ہونے والے اس عظیم الشان نشان کی یاد تازہ کی گئی۔ جو اسی تاریخ پنڈت لیکھرام کی نسبت وقوع پذیر ہوا۔ مولانا نیر اور مولانا ابو العطاء اللہ دتا صاحب جالندھری نے دلچسپ اور ایمان افروز تقریریں کیں۔ بعض آریہ صاحبان بھی جلسہ میں موجود تھے۔ (الفضل)

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی روایات

۳

منشی احمد الدین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ اور پہلے گوجرانوالہ شہر میں اپیل نویسی کا کام کیا کرتے تھے۔ اور بعد میں مکرما حضرت نواب محمد علی صاحب مالیر کوٹلہ کی خدمات کو انجام دینے کے لئے ایک مدت دراز تک ان کی خدمت میں رہے۔ اور ایک سال کے قریب کا عرصہ ہوا کہ وہ لودہانہ میں وفات پا گئے۔ انہوں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان کیا۔ کہ گوجرانوالہ میں وکلاء میں سے ایک وکیل میرے دوست جن کو شراب نوشی کی بہت سخت عادت تھی۔ جو باوجود طرح طرح کی پند و نصیحت کے شراب نوشی کو ترک نہ کر سکے۔ اور کئی دفعہ ناصحین کو نصائح کرنے سے روکا کہ آپ کا مجھے نصیحت کرنا عبث اور بے فائدہ ہے۔ اس لئے کہ شراب نوشی کی عادت مجھ میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے۔ کہ یہ اب مجھ سے چھوٹ نہیں سکتی۔ اس پر میں نے اس شراب خوار دوست کو قادیان آتے ہوئے بہت بڑی توجہ دلائی اور مجبور کیا۔ کہ آپ میرے ساتھ قادیان چلیں اور حضرت مرزا صاحب کی زیارت کرائیں۔ شاید آپ کو ان کی زیارت سے کسی طرح کا کچھ فائدہ ہو سکے اور آپ کی طبیعت رُو باصلاح ہو جائے۔ کیونکہ اہل اللہ کی نظر عنایت نہایت ہی اپنے اندر بابرکت اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ میرے بار بار کہنے سے وہ میرے ساتھ قادیان آنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام زلزلہ کی وجہ سے بطور احتیاط بمع صحابہ کرام کے اور اپنے اہل و عیال کے اپنے باغ میں قیام فرما تھے۔ غالباً ۱۹۰۵ء کا سال تھا۔ حضرت مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب رضؓ جو روز درس قرآن فرمایا کرتے تھے۔ ان دنوں وہ بھی درس قرآن باغ میں ہی فرمایا کرتے تھے۔ جب ہم قادیان میں پہنچے اور درس کے موقع پر حضرت مولوی صاحب رضؓ سے ملاقات کی تو میں نے چونکہ حضرت مولوی صاحب رضؓ کی خدمت میں اپنے دوست کی شراب نوشی کا قصہ سب کچھ بیان کر دیا کہ میرے اس دوست کو شراب نوشی کی بہت سخت عادت ہے۔ چنانچہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ میرے ساتھ آتے ہوئے بھی کئی بوتلیں شراب کی اپنی عادت کی مجبوری کی وجہ سے اپنے ساتھ لایا ہے اس لئے آنجناب شراب کے متعلق ایسا نفرت دلانے والا مضمون کھولکر بیان فرماویں کہ جس سے میرا دوست متاثر ہو کر شراب نوشی کی عادت کو ترک کر دے۔ میری اس توجہ دلانے سے حضرت مولوی صاحب رضؓ نے اسی دن کے درس میں جو آیت یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ پہنچی تھی۔ شراب کی مذمت اور اس کے نقصانات اور مضرات اس وضاحت سے بیان فرمائے کہ جس سے زیادہ میرے تصور میں نہیں آ سکتا۔ کہ اس سے زیادہ بھی شراب کی مضرات بیان کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب رضؓ نے شراب کی مضرات بیان فرماتے ہوئے اس کے کئی پہلو جسمانی صحت کے خلاف ذکر فرماتے اور کئی پہلو احساس فطرت کے لحاظ سے۔ اور کئی پہلو غیرت اور شرافت کے خلاف ہونے کے لحاظ سے۔ اور کئی پہلو تقویٰ اور روحانیت کے لحاظ سے۔ چنانچہ اس مضمون کو اس وسعت کے ساتھ بیان فرمایا۔ کہ درس کے لئے جو روزانہ معمولی وقت تھا۔ اس سے کئی گنا بڑھ کر آپ نے غیر معمولی طور پر وقت کو صرف فرمایا اور عجیب عجیب علمی اور عقلی طور پر شراب کی مذمت اور قباحت بیان فرمائی کہ جس کے بعد میں نے اس درس کو سنکر دل میں یہ سمجھ لیا کہ اس تقریر اور اس درس کے بعد اب کوئی مے خوار اور شراب نوشی کرنے والا کتنا ہی شراب نوشی کی اپنے اندر راسخ عادت رکھتا ہو اس تقریر کے بعد ممکن نہیں کہ وہ باز نہ آ جائے۔ اور اسکو سچی توبہ نصیب نہ ہو۔ اور وہ سچے دل سے شراب سے متنفر نہ ہو جائے۔ چنانچہ میں اسی امید کی بنا پر اپنے دوست سے ملا۔ اور میں نے اس سے کہا کہ سناؤ دوست! حضرت مولوی صاحب رضؓ کے اس درس اور اس تقریر کے بعد آپ کا کیا حال ہے؟ تب وہ کہنے لگا کہ مجھے یہ سمجھ میں آیا ہے۔ کہ دنیا میں علم قرآن کا ماہر اور فلاسفر اور حکمت کا بے نظیر اگر دنیا کے پردہ میں پایا جاتا ہے تو وہ جناب علامہ نور الدین رضؓ ہیں۔

میں نے پوچھا ایسے علامہ کی تقریر کا جس کی بے نظیر شان علم کو تسلیم کرتے ہو شراب نوشی کے لحاظ سے تمہارے دل پر کیا اثر پڑا۔ تب اس نے کہا کہ میں نے اپنے دل سے اور اپنی طبیعت سے بار بار اس سوال کو پیش کر کے دریافت کیا ہے۔ کہ کیا وہ شراب نوشی کو ترک کرنے پر تیار ہے۔ یہ مجھے ہر بار حضرت مولوی صاحب رضؓ کے علم و فضل کے اقرار کے ساتھ مجبوری کی عادت ترک کرنے کے لحاظ سے اپنے دل سے انکار میں ہی جواب ملا۔ خلاصہ یہ کہ میری طبیعت شراب کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور بالکل تیار نہیں ہوتی۔ دوست کے اس جواب سے مجھے بہت ہی بڑی تکلیف و رنج محسوس ہوا۔ دوسرا دن ہوا تو اس نے واپس جانے کے لئے ارادہ ظاہر کیا۔ میں نے اسے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کر لیں پھر چلیں گے اور اکٹھے چلیں گے۔ اس نے کہا اچھا حضرت مرزا صاحب کی ملاقات کر لیتے ہیں۔ تب میں اس دوست کو لیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خیمہ کے پاس جہاں آپ کا خیمہ تھا لے گیا۔ اس وقت حضرت اقدس خیمہ کے اندر تھے۔ اطلاع کرنے پر حضور تشریف لے آئے حضور سے ہم نے مصافحہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آؤ بیٹھ جاؤ۔ تب ہم حضور کے ارشاد پر بیٹھے۔ میں نے اس دوست کے متعلق اس بارہ میں کہ یہ شخص شراب پیتا ہے۔ اور شراب نوشی کی عادت اس کے اندر راسخ ہو گئی ہے۔ کچھ بھی ذکر نہ کیا۔ لیکن حضرت اقدس نے بیٹھنے کے ساتھ ہی علی سبیل تذکرہ ایک عجیب حکایت سنائی اور فرمایا۔ کہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کو ایسا بنایا ہے۔ کہ اگر شیطانی وساوس اور تحریکات کے پیچھے وہ گناہوں سے ملوث بھی ہو جائے تب بھی انسان اپنے عزم صمیم اور ارادہ کی پختگی سے گناہوں کی عادت پر غالب آ جاتا ہے۔ جیسا کہ پانی آگ کے ذریعہ کتنا ہی گرم ہو جائے۔ یہاں تک کہ گرم پانی بدن پر پڑنے سے آگ کی طرح جسم کو جلا کر آبلے آبلے کر دے اسوقت بھی اس گرم پانی کو جب آگ کے شعلوں پر ڈالا جائے تو وہ آگ بجھا دیتا ہے۔ پھر آپ نے ایک بادشاہ کا ذکر فرمایا۔ کہ

اسکو مٹی کھانے کی عادت تھی۔ جب ایک عرصہ تک مٹی کھانے سے بیمار ہو گیا۔ اور اس کا پیٹ بہت بڑھ گیا۔ اور چہرے اور جسم کا رنگ بالکل خراب سا ہو گیا اور معدہ اور جگر وغیرہ اعضاء بیمار اور بیکار ہو گئے تب اس نے سخت محسوس کیا۔ کہ میں نے مٹی کو کھایا۔ لیکن مٹی مجھے کھا گئی۔ اور میری صحت بالکل خراب ہو گئی۔ تب اس نے بڑے بڑے اطباء حاذقین کو علاج کے لئے طلب کیا۔ اور ان سے کہا۔ کہ چونکہ مٹی کھانے کی عادت میری طبیعت میں راسخ ہو چکی ہے یہاں تک کہ اب مجھ سے مٹی کا ترک کرنا مشکل ہے۔ اس لئے میرا اس طرح سے علاج کرو کہ دوائی ایسی ہو کہ اس کے کھانے سے مجھے خود بخود مٹی سے نفرت ہو جائے۔ اس پر معالجین نے معالجہ اور دوا شروع کر دیا۔ اور ایک عرصہ تک مسلسل علاج کرتے رہے۔ لیکن کسی دوائی کے کھانے سے بھی اس کی طبیعت . . . . خود بخود مٹی کھانے سے نفرت پیدا نہ کر سکی۔ ایک دن کوئی سیاح فقیر وہاں آ نکلا اور جہاں اطباء کی مجلس تھی وہاں پہنچکر اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ کو مٹی کھانے کی عادت ہے۔ کہ جس سے وہ سخت بیمار اور کمزور ہو چکا ہے۔ اور یہ لوگ اس کے معالج ہیں۔ لیکن ابھی تک بادشاہ کو صحت نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی مٹی کو اس نے ترک کیا ہے۔ تب اس سیاح فقیر نے ڈاکٹروں اور طبیبوں کو ایک لمبے سلسلہ میں بھی ناکام پایا اور پریشان دیکھا تو وہ سیاح فقیر بولا کہ بادشاہ کی مٹی چھڑانی کوئی مشکل کام نہیں۔ میں ایک منٹ میں بادشاہ کی مٹی چھڑا سکتا ہوں۔ اس کا یہ کہنا ہی تھا۔ کہ بات بجلی کی طرح سارے شہر میں اور شہر کے محلوں میں اور خطہ جات کے گھر گھر میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ۔ بادشاہ کے وزراء تک

تک بھی یہ خبر جا پہنچی۔ صبح بادشاہ جب دربار میں تشریف لائے تو آپ نے اس افواہ کا ذکر کیا۔ اور اپنے وزراء سے پوچھا کہ کیا یہ خبر تمہارے کانوں تک بھی پہنچی ہے۔ کہ کسی سیاح فقیر نے کہا ہے۔ کہ میں بادشاہ کی شی ایک منٹ میں چھڑا سکتا ہوں۔ سب نے کہا کہ یہ خبر ہم تک بھی پہنچی ہے۔ تب بادشاہ نے کہا۔ کہ اس فقیر کو بلا کر حاضر کرنا چاہیئے۔

چنانچہ اسے بلا کر برسر دربار لاکر حاضر کیا گیا۔ اسے بادشاہ نے پوچھا۔ کہ تم نے ایسی ایسی بات منہ سے کہی ہے۔ تب وہ سیاح فقیر بولا۔ کہ ہاں میں نے کہی ہے۔ اور میں اب بھی کہتا ہوں۔ اور پرزور الفاظ سے کہتا ہوں کہ ایک منٹ کے اندر اندر مٹی چھڑا سکتا ہوں۔ اب آپ فرمائیے کہ آپ اپنا علاج خلوت میں کرانا چاہتے ہیں یا جلوت میں۔ جیسے مرضی ہو مجھ سے فرمائیں۔ بادشاہ نے اس کی جرأت اور جسارت کو دیکھ کر تعجب کیا اور دلمیں سوچا۔ کہ معلوم نہیں کہ اس نے کس طرح سے علاج کرنا ہے۔ ممکن ہے کہ ایسے طریق سے علاج ہو کہ طبیعت کو ناگوار معلوم ہو اس لئے بادشاہ نے برسر دربار جلوت میں علاج کرانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ علاج خلوت میں ہو جانا چاہیئے۔ تب اس سیاح فقیر نے کہا خلوت میں حاضر ہونے کے لئے جگہ اور وقت کا فیصلہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ جگہ اور وقت سے اطلاع دی گئی۔ اور بادشاہ اور فقیر دونوں فیصلہ کے مطابق مقررہ جگہ پر پہنچ گئے۔ فقیر نے جاتے ہی بادشاہ کو مخاطب کر کے عربی زبان میں کہا۔ "اُترك الحکومت"۔ یعنی بادشاہی کو ترک کر دے۔

بادشاہ نے سبب پوچھا۔ تو فقیر نے جواب دیا کہ بادشاہوں کو بادشاہوں سے مقابلے پڑتے ہیں اور مقابلے کے وقت تیر و تفنگ اور تلواروں اور بندوقوں کے سامنے جانا پڑتا ہے۔ جب آپ بادشاہ ہو کر ایک عاجز مٹی جو لوگوں کے پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے اس پر غالب نہیں آ سکتے تو بادشاہوں کی خون آشام شمشیروں اور فنا کر دینے والی برچھیوں اور تیروں کا مقابلہ کس طاقت کے بھروسہ پر کرسکوگے۔ اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو شاہانہ عزم سے کیوں کام نہیں کیا جاتا۔ اور اگر آپ بادشاہ ہیں "فاین عزم الملوك"۔ یعنی بادشاہ ہیں تو شاہانہ عزم کہاں ہے۔ تب بادشاہ نے بوجہ غیرت اور عزم صمیم کے ساتھ فرمایا:۔ "واللہ لا اکل الطین بعدہٗ ابداً"۔ یعنی خدا کی قسم میں اس کے بعد کبھی بھی مٹی نہیں کھاؤنگا۔ تب فقیر نے تبسم فرماتے ہوئے کہا۔ کہ بس علاج تو آپ کے اندر موجود تھا۔ علاج کے لئے صرف ہمت اور عزم صمیم کی ضرورت تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ اس چند منٹ کی صحبت میں جب یہ ذکر فرما چکے اور کلام مبارک ختم کیا۔ تب میرا دوست جو شراب نوشی اور میخواری میں سخت مبتلا تھا فوراً عرض کرنے لگا۔ کہ حضور میری توبہ میں آئندہ کبھی شراب نہیں پیونگا۔ تب میں حضرت صاحب کی اس موثر کلام کی معجزانہ تاثیر کو دیکھ کر ششدر اور حیران رہ گیا۔ اس وقت مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ ایک نبی اور غیر نبی اور حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے کلام میں کیا فرق پایا جاتا ہے۔

(۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عام عادت تھی۔ کہ آپ صبح کو باہر قادیان کے گرد و نواح میں کسی نہ کسی طرف سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور سیر کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ بھی اکثر آپ کی معیت میں ہوتے۔ اور کبھی کبھی وہ احباب جو باہر سے آتے ان کو بھی موقعہ مل جاتا۔ اور وہ بھی ساتھ شریک ہو جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بظاہر چلنے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بالکل معمولی سی رفتار چل رہے ہیں۔ اور گو رفتار میں ایک نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ حسن خرامش کی شان نظر آتی تھی۔ لیکن ساتھ چلنے والوں کا یہ حال ہوتا۔ کہ وہ پیچھے رہ جاتے۔ اور ان کو دوڑ کر ساتھ ملنا پڑتا۔ چنانچہ مجھے بھی اس معیت اور شراکت کی سعادت کا بارہا کہ بیسیوں دفعہ موقعہ ملتا رہا۔ ایک دفعہ جس راستے پر حضرت اقدس بمع احباب جا رہے تھے اس میں کنار صحرائی کے خاردار بہت خورد خورد پودے بھی پائے گئے۔ جس کی وجہ سے راستہ اس موقعہ پر تنگ ہو گیا تھا۔ ان خاردار پودوں سے بچنے کے لئے احباب کچھ کسی شاخ پر ہو گئے اور کچھ کسی پر۔ حضرت اقدس جس شاخ پر سے گزرنے لگے میں بھی اسی شاخ پر حضرت اقدس کے بالکل قریب آپ کی معیت میں آپ کے پیچھے تھا۔ اور اس وقت میں نے ململ کے کپڑے کی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ راستہ میں وہ خاردار پودہ جب سامنے آیا تو میں اس سے بچنے کے لئے جست کر کے دوسری طرف ہونے لگا۔ تو حضرت اقدس چلتے چلتے دفعۃً کھڑے ہو گئے۔ آپ کے کھڑے ہونے سے میرا اس جست میں ایک خاردار پودے سے تصادم ہو گیا۔ چنانچہ ایک طرف ایک سخت کانٹا میرے دائیں پاؤں کے اوپر کے حصہ خنصر اور بنصر کے محاذ میں اوپر کی طرف ایسا لگا کہ اس سے ایک لمبا اور گہرا زخم ہو گیا۔ اور خون نکل آیا اور ایک طرف حضرت اقدس کی چھڑی جو ہاتھ میں تھی۔ اس کا اوپر کا حصہ جو خمدار تھا۔ وہ میری قمیص سے آر پار نکل گیا۔ اور میری قمیص پھٹ گئی۔ حضرت اقدس نے اس امر کو بہت محسوس فرمایا۔ اور آپ میری طرف دیکھنے لگے۔ اور آپ کے دیکھنے سے مجھے بہت ہی بڑی شرم محسوس ہوئی۔ اس خیال سے کہ حضرت اقدس کی چھڑی کے تصادم سے آپ کیا خیال فرماتے ہونگے۔ لیکن اس قمیص کا پھٹنا اور پاؤں پر وہ لمبا زخم جس کا اب تک میرے پاؤں پر نشان پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس واقعہ کو یاد کر کے ایک عجیب لذت محسوس ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے اس قمیص کو اتار کر گھر میں جا رکھا۔ محض اس لئے کہ اس میں پھٹا ہوا حصہ حضرت اقدس کی ایک یادگار میرے پاس موجود رہیگی۔ ایسا ہی پاؤں کے زخم کا نشان جو اب تک پایا جاتا ہے۔ اسکو دیکھ کر بھی حضرت اقدس کا زمانہ اور وہ واقعہ آنکھوں کے سامنے آ کر ایک عجیب لذت بخشتا ہے۔

(۳)

میرے ایک چچا زاد بھائی تھے۔ ان کا نام میاں غلام حیدر صاحب تھا۔ وہ بہت بڑے مخلص نوجوان آدمی تھے۔ وہ میرے شاگرد بھی تھے۔ کچھ عربی و فارسی بھی مجھ سے پڑھی تھی میری صحبت میں اور میرے تبلیغ کرنے سے ان کو احمدیت بھی نصیب ہوئی۔ میں نے ان کو ایک دفعہ کہا۔ کہ قادیان میں چلکر ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب کو تو دیکھ آؤ۔ کیونکہ دیکھنے اور سننے میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ قادیان میں میرے ساتھ آ گئے۔ ہم شام کو قادیان پہنچے صبح حضرت مسیح موعود حسب دستور سیر کو تشریف لے گئے علاوہ اور احباب کے ہم دونوں آپؑ کی معیت میں آپ کے ساتھ سیر کو گئے۔ واپسی پر جب حضرت مسیح موعودؑ چھوٹی مسجد کی اندرونی سیڑھیوں کے راستہ جو اس وقت یہی راستہ تھا گھر میں تشریف لے جانے لگے۔ اور ابھی آپ نے پہلی سیڑھی پر ہی قدم رکھا تھا کہ میں نے میاں غلام حیدر صاحب موصوف کی طرف توجہ دلا کر حضرت اقدس سے عرض کیا۔ کہ حضور یہ میرے چچا زاد بھائی ہیں۔ حضور کی زیارت کے لئے میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔ تب حضرت اقدس میاں صاحب موصوف کی طرف متوجہ ہوئے اور پہلے ہی فقرہ میں حضور نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ آپ کا اسم شریف؟ تو انہوں نے کہا میرا نام غلام حیدر ہے۔ پھر آپ نے نہایت ہی نوازش اور شفقت سے کچھ دن ٹھیرنے کے لئے فرمایا۔ اور یہ حضور کی عام عادت تھی کہ آپ مہمانوں کو جانے کے وقت فرمایا کرتے کہ آپ ابھی اور ٹھیریں۔ دنیا کے دوسرے پیر تو شاید مریدوں کی جدائی پر خوش ہوتے ہونگے۔ لیکن حضور کی یہ عادت تھی کہ مہمانوں اور دوستوں کی جدائی آپ کو گراں معلوم ہوتی۔ پھر حضور نے میرے بھائی سے معانقہ فرما کر چند فقرات شفقت سے بھرے ہوئے مخاطب کرتے ہوئے فرمائے۔ اور پھر تشریف لے گئے۔ بھائی صاحب غلام حیدر نے رقت قلب کے ساتھ اور چشم پر آب ہو کر مجھ سے کہا کہ حضرت صاحب کو دیکھ کر دل اور طبیعت زور کے ساتھ اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ کہ یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا۔ آپ بالکل صادق اور بے نظیر پارسا اور بے نظیر اخلاق کے بزرگ ہیں۔ اور اس بات کا بھائی صاحب کے دل پر بہت بڑا اثر ہوا۔ کہ حضرت اقدس نے ان کو کئی دفعہ آپ آپ کے لفظ سے مخاطب فرمایا۔

چنانچہ بھائی صاحب نے کئی دفعہ ذکر کیا۔ کہ خطاب کے ساتھ مخاطب فرماتے ہم نے معمولی پیروں اور فقیروں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ کسی کو ادب اور عزت کے الفاظ سے مخاطب کرنے سے اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت صاحب کی یہ شان کہ آپ باوجود اس کے کہ آپ بزرگ ہیں۔ اور مسیح اور مہدی کی شان رکھنے والے جس شان کے مقابل ہم جیسوں کی ہستیاں بالکل حقیر سی ہیں۔ لیکن آپ کے اخلاق حسنہ کی یہ شان ہے۔ کہ آپ ہم جیسی حقیر ہستیوں کو بھی پر عزت کلمات سے مخاطب فرماتے ہیں۔ اور دنیا میں اس کی نظیر اور کہیں سے نہیں مل سکتی۔ چنانچہ اس سے دوسرے دن وہ بیعت کرنے کے لئے بیتاب ہو گئے۔ اور آپ بار بار فرماتے میری بیعت جلدی ہو جانی چاہیئے۔ نہ معلوم بیعت سے پہلے دم ہی نکل جائے۔ اور محروم ہو کر ہی مر جائیں۔ چنانچہ انہوں نے بیعت کی اور اس پر بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا۔ جب بیعت کر کے واپس وطن موضع راجیکی میں گئے۔ تو ہمارے رشتہ داروں نے اس کی بڑی سخت مخالفت کی اور کئی طرح سے نقصان پہنچایا۔ لیکن وہ جوان اور صالح مرد نہایت استقلال اور استقامت کے ساتھ احمدیت پر قائم رہے۔ [illegible] میں جس سال حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے وفات پائی

[illegible] اور کبھی کبھی تو [illegible] حضرت صاحب [illegible] آپ کے لفظ سے [illegible]

---

۴ اس سال وہ بھی رحلت کر گئے۔ اس مخلص کے فوت ہونے سے مجھے بہت ہی صدمہ محسوس ہوا۔ وہ مسیح موعودؑ کے مخلص صحابہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس میں اسکے درجات بلند فرمائے اور اسے اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین

تاریخ سلسلہ کا ایک جدید باب

قادیان میں ایک صنعتی سکول کا افتتاح

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے دست مبارک سے افتتاح کی رسم ادا کی

تمام دنیا کی حکومتوں میں وہ ہی حکومتیں بام ترقی پر کھڑی نظر آرہی ہیں۔ جو تجارت وصنعت میں ممتاز ہیں۔ صنعت اور تجارت دو لازم ملزوم چیزیں ہیں۔ جب کسی قوم کے ہاتھ میں صنعت ہو گی تو تجارت لازماً ہوگی۔ ہماری جماعت اگرچہ ہر قسم کی ترقی کر رہی ہے۔ مگر یہ دروازہ ابھی تک ایسا تھا۔ کہ جس میں ہم ابھی تک داخل نہیں ہو سکے تھے۔ ہندوستان میں عام طور پہ بدحالی اور مفلسی کا دور دورہ ہے۔ جس کی وجہ صنعت وتجارت کا فقدان ہے۔ اسی اثر کے ماتحت ہماری جماعت بھی اس لائن میں پیچھے ہے۔ مگر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے خدا تعالےٰ کے فضل سے قوم کے لئے صنعت وتجارت کا ایک جدید بیج لگایا ہے۔ وہ دن دور نہیں۔ جبکہ یہ بیج ایک شاندار درخت بن جائیگا۔ اور ہم کو ان قوموں کی صف میں لاکر کھڑا کر دیگا جو اپنی صنعت اور تجارت کے ذریعے دنیا کی منڈیوں پر چھا رہی ہیں ضرورت ہے۔ کہ قوم پورے طور پر اس سکول کی طرف توجہ کرے اور جو تجارتیں یا صنعتیں احمدی کاریگروں کے ہاتھوں تیار ہوں ان کو فروغ دینے کی پوری سعی کریں۔ سٹار ہوزری کی جرابیں اور ہمالیہ گلاس فیکٹری کا شیشہ کا بنا ہوا سامان احمدی کاریگروں کے ہاتھ کی بنی ہوئی صنعتیں ہیں۔ ان صنعتوں کو فروغ دینا ہر احمدی کا فرض ہے۔

اور اب جو جدید صنعتیں حضرت امیر المومنین ایدہ تعالےٰ کے منشاء مبارک کے ماتحت رائج ہوں۔ ان کا فروغ دینا جماعت کی ترقی کے لئے بہت بڑی ممد اور مددگار ثابت ہونگی۔ (انشاء اللہ) چونکہ حضور کا یہ خطبہ ہماری آئندہ ترقی کے لئے بطور ایک سیڑھی کے ہے۔ اس لئے اس کی بکثرت اشاعت کے خیال سے معزز اخبار الفضل سے لیکر الحکم میں شائع کر رہا ہوں

(ایڈیٹر)

۱۷ مارچ ساڑھے آٹھ بجے صبح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے صنعتی سکول واقع محلہ دار البرکات کا افتتاح کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

تشہد۔ تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج آپ لوگوں کو یہاں آنے کی اس لئے تکلیف دی گئی ہے۔ کہ میرا منشاء ہے۔ آج ہم دعا کرکے اس

صنعتی سکول کا افتتاح

کریں۔ جس کا اعلان میں پہلے کر چکا ہوں۔ دنیا میں تعلیم اور صنعت وحرفت علیحدہ علیحدہ تنگ دائروں میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ ورنہ بڑے بڑے دائرے تو صرف دو ہی ہیں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علم دو ہیں۔ علم الادیان اور علم الابدان۔ یعنی ایک علم وہ ہے جو دین کو نفع دیتا ہے۔ اور دوسرا علم وہ ہے۔ جو جسم کو نفع دیتا ہے۔ لوگوں نے اس علم کے معنے طب کے بھی کئے ہیں۔ بیشک طب بھی اس سے مراد ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہر وہ علم جس کا مادیت کے ساتھ تعلق ہو۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت

علم کی تعریف

یہ فرمائی ہے۔ کہ جو روح یا جسم کو فائدہ دے۔ جو علم روح یا جسم کے لئے فائدہ مند نہیں۔ وہ علم نہیں۔ کھیل ہے۔ اور اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

وہ علم جو روح کو نفع دے

وہ تو اس وقت دین اسلام ہی ہے۔ کیونکہ باقی دین اس قابل نہیں۔ کہ وہ روح کو کوئی فائدہ پہنچا سکیں۔ روحانی لحاظ سے صحیح طور پر اور ہر ضرورت کے موقعہ پر نفع دینے والی چیز صرف اسلام ہے۔ باقی رہا

علم الابدان

اس علم کا تعلق مختلف پیشوں سے ہے۔ پیشے تو لاکھوں ہیں۔ لیکن وہ چونکہ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اس لئے

بڑے بڑے پیشے

چند ہی ہیں۔ مثلاً ایک پیشہ وہ ہے جس سے انسان کی زندگی کا بڑا تعلق ہے۔ اور وہ زراعت ہے۔ زراعت کے ذریعہ غلہ وغیرہ اور ایسی چیزیں پیدا کی جاتی ہیں۔ جن پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز جسم کو ڈھانپنے کا سوال ہے۔ اس کے لئے کپڑا بننے والے کی ضرورت ہے۔ جس کو ہم جلاہا کہتے ہیں۔ پھر پہننے کے لئے مختلف چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً کپڑے کے علاوہ جرابیں۔ سویٹر وغیرہ یہ سب چیزیں اسی پیشہ کے اندر آجاتی ہیں۔ اور وہ سب اشیاء جن کا کپڑے کے ساتھ تعلق ہوگا۔ سب کی سب اس پیشہ سے متعلق ہونگی۔ تیسرا پیشہ معماری ہے۔ کیونکہ عناصر میں جو طوفان پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان مکان بنائے۔ یا ایک دوسرے کے ضرر سے بچنے کے لئے مثلاً چور یا حملہ آور سے محفوظ رہنے کے لئے مکان ضروری ہے۔ پس تیسری چیز معماری ہے۔ چوتھا پیشہ جو اصولی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ لوہاری کا کام ہے۔ بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی انسان کو ضرورت پیش آتی ہے۔ یا خود انسان کو

ایک جگہ سے دوسری جگہ

جانے کی حاجت ہوتی ہے۔ اس کے لئے مثلاً گاڑیاں موٹریں۔ سائیکل یا ریل گاڑیاں کام میں لائی جاتی ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے اور انسانی کاموں میں

سہولت پیدا کرنے کے لئے

یہ دو پیشے ہیں۔ ایک لوہار کا کام دوسرا ترکھان کا کام۔ یہ زراعت میں مفید ہونے کے علاوہ باقی بہت سے کاموں کے لئے بھی نہایت ضروری ہیں۔ اور انسان کے عام مشاغل کو بھی سہل بناتے ہیں۔ پھر علم الابدان میں وہ چیز بھی آجاتی ہے جس کو لوگوں نے مقدم کر رکھا ہے۔ یعنی علم کیمیا اور علم طب۔

علم طب بھی انسانی علاج کو سہل کر دینے والی چیز ہے

تو گویا۔ زراعت۔ معماری۔ لوہاری۔ نجاری۔ علم کیمیا۔ علم طب۔ اور علم طب دراصل ایک لحاظ سے علم کیمیا ہی کی ایک شاخ ہے۔ اور کپڑا بننے کا کام۔ یہ سات پیشے ہوئے باقی تمام پیشے انہی کے اندر آجاتے ہیں مثلاً دوسرے پینٹنگ وغیرہ۔ معماری کی بھی ایک شاخ ہے۔ اور علم کیمیا کی بھی۔

چمڑے کا کام

اس کے علاوہ ہے۔ تو اسے ملاکر گویا آٹھ پیشے ہوئے۔ ان آٹھ پیشوں کو جو قوم جان لیتی ہے۔

وہ اپنی ضروریات کے لئے دوسروں کی محتاج نہیں رہتی۔ بشرطیکہ وہ ان پیشوں کو اس رنگ میں جانتی ہوں۔ جیساکہ جاننے کا حق ہے۔ یہ نہیں کہ ایک کام سیکھ کر یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ بس اب کام ختم ہو گیا۔ اور اب آگے ترقی کرنے کی ضرورت نہیں۔

وٹرنری کا علم یعنی حیوانوں اور جانوروں وغیرہ کا پالنا۔ اور ان کا علاج بھی علم الابدان ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ علم اور نرسنگ وغیرہ کا علم طب کے نیچے آجائیں گے۔ پس جتنے علوم ہیں وہ سب انہی

آٹھ پیشوں کے اندر محصور

ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض یا تو زراعت سے تعلق رکھتے ہونگے۔ یا چمڑے کے کام سے تعلق رکھتے ہونگے۔ یا معماری کے کام سے تعلق رکھتے ہونگے یا نجاری کے کام سے تعلق رکھتے ہونگے۔ ان چیزوں سے باہر اور شاید ہی کوئی چیز ہو۔ اگر یہ چیزیں کوئی قوم مضبوطی سے حاصل کرے۔ تو وہ دوسری قوموں سے آزاد ہو جاتی ہے۔ ان کا ممد پیشہ بے شک تجارت ہے۔ مگر وہ تابع پیشہ ہے۔ حقیقی پیشہ نہیں۔ اور اپنی ذات میں وہ کوئی الگ نہیں۔ کیونکہ وہ انسان کی بنائی ہوئی چیزوں کو ہی لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ لیکن دولت کے لحاظ سے وہ پیشہ ان سے کم نہیں۔ ان سے زیادہ ہی اہمیت رکھتا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ مالی لحاظ سے اس کو ان پیشوں پر فوقیت حاصل ہے۔ سوائے اس کے کہ پیشہ ور اپنے ساتھ تجارت کو بھی شامل کرلیں۔ جب تجارت ساتھ شامل ہو جائے۔ تو کام بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

میں نے تحریک جدید کے اس پہلو پر غور کرتے ہوئے یہ معلوم کیا ہے۔ کہ ہماری جماعت میں کن پیشوں کی کمی ہے۔ اور کونسے پیشے ایسے ہیں جنہیں انفرادی یا جماعتی طور پر ہمیں لوگوں کو سکھانے کی ضرورت ہے۔

زراعت کے متعلق

میں نے دیکھا ہے۔ کہ ہماری جماعت میں کافی لوگ ایسے ہیں جو زراعت کا کام کرتے ہیں۔

تجارت کے متعلق

میں نے غور کیا۔۔۔ اور میں نے دیکھا کہ اگرچہ اس کی ہماری جماعت میں کمی ہے لیکن چونکہ ہم ابھی اس کام میں فوری ہاتھ ڈالنے کے قابل نہیں تھے۔ اس لئے میں نے چند مبلغوں کو تیار کیا۔ کہ وہ بعض ایسی نئی تجارتی چیزیں دریافت کریں جنہیں ہم ہاتھ میں لیکر ان کی تجارت کر سکتے ہیں۔ جو تجارتیں پہلے قائم شدہ ہیں ان میں ہمارا داخل ہونا اور کروڑوں روپیہ کے سرمایہ کی تجارتوں کے مقابل ہمارا کھڑا ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے میں نے تجویز کی کہ نئی تجارتی اشیاء دریافت کی جائیں۔ اس ضمن میں میں نے دیکھا۔ کہ تجارتوں میں جو واسطے پائے جاتے ہیں ان کو اڑانے کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے بعض دوست

واسطوں کا مطلب

نہ سمجھیں۔ اس لئے میں اس کی تشریح کر دیتا ہوں۔ واسطے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اصل خریدار تک پہنچنے کے لئے ایک چیز کئی ایک ہاتھوں سے گزر کر آتی ہے مثلاً ایک چیز انگلستان میں پیدا ہوتی ہے۔ اور فرض کرو وہ چین میں جاکر بکتی ہے۔ تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ اسے پہلے ایک ملک نے خریدا۔ اس سے پھر دوسرے نے اور پھر تیسرے اور چوتھے نے۔ یہاں تک کہ وہ چیز کئی ملکوں میں سے ہوتی ہوئی چین تک جا پہنچی۔ جنگ کے دنوں میں اس راز کا انکشاف ہوا تھا۔ کہ وہ دوائیاں جو یہاں آکر بکتی تھیں وہ دراصل جرمنی میں بنائی جاتی تھیں۔ اور ان پر صرف انگریزی ٹھپہ لگتا تھا۔ اور ہندوستان میں لوگ انہیں صرف انگریزی دوا کر کے خریدتے تھے۔ ہندوستانیوں کو اس بات کا علم نہ تھا۔ انگریز انہیں جرمنی سے خرید کر ہندوستانیوں سے ان کی بڑی بڑی قیمتیں لیتے تھے۔ اور بہت کم لوگ اس راز سے آگاہ تھے۔ باقی سارے لوگ ناواقف تھے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو دوائیاں نایاب ہوگئیں اور لوگ اس بات سے حیران تھے۔ لیکن پھر یہ راز کھلا کہ جرمنی کی دوائیاں انگلستان میں سے ہوتی ہوئی ہندوستان آتی تھیں۔

پس واسطے کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک ملک کی اشیاء اور ملکوں میں سے گزر کر اصلی حاجتمند کے پاس پہنچتی ہیں۔ اس کے متعلق یہ پتہ لگایا جائے۔ کہ کس ملک کی کونسی چیز کس کس ملک سے ہو کر آتی ہے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد جو چیز مثلاً جرمنی میں بنتی ہے اس کے لئے اگر کوئی شخص جرمنی جاکر کہے کہ تم اپنی فلاں چیز براہ راست ہمیں بھیجو اور اس طرح کی

ایک دوکان

کھول لی جائے۔ تو براہ راست تعلق قائم ہونے کی وجہ سے بیچ کا نفع جو دوسرے لوگ اٹھا رہے ہونگے وہ نہیں اٹھائیں گے۔ اور اس طرح وہ چیز سستی مل سکے گی۔ اور نفع اپنے ہاتھوں میں رہے گا۔

میں نے دیکھا ہے۔ کہ بعض دفعہ سات سات اور آٹھ آٹھ واسطے درمیان میں پڑ جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیوں کوئی چیز سات یا آٹھ ہاتھوں میں گزر کر آئے جتنے واسطے اڑائے جا سکیں اتنی ہی کم قیمت پڑیگی۔

پس اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ وہ چیز براہ راست ہمیں پہنچے گی۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اس پر کم خرچ آئیگا۔ اور واسطوں کے اڑ جانے سے ہم تھوڑے سرمایہ سے بڑے بڑے سرمایہ داروں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ مگر یہ تجارت قادیان میں نہیں ہوگی کیونکہ یہاں کوئی منڈی نہیں ہے۔ یہ کلکتہ دہلی یا دوسرے بڑے شہر میں قائم ہو سکتی ہے۔

باقی پیشوں میں سے جو ان کی ضروریات مہیا کرتے ہیں

کپڑا بننے کا کام

بہت بڑے سرمایہ کو چاہتا ہے۔ اور یہ شروع سے ہی لاکھوں روپیہ والے لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ اس لئے فوراً اس میں ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا اس کے لئے ہمارے پاس ایک [illegible] یعنی بیج ہے۔ اور وہ ہوزری ہے۔ فی الحال جرابیں وغیرہ بنانے کا کام جاری ہے۔ اس کے ساتھ ہم آہستہ آہستہ دوسرے کپڑے بنانے کا کام بھی شروع کر دیں گے کپڑے کے لئے کھڈیاں وغیرہ بھی استعمال کی جاتی ہیں لیکن ابھی تک کھڈیاں اتنی مفید ثابت نہیں ہوئیں ایک دو دفعہ لدھیانہ سے مشینیں منگا کر دیکھی ہیں لیکن ان کے ذریعہ جو کام کیا گیا۔ وہ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوا۔ اگر آئندہ مفید ثابت ہو۔ تو وہ کام بھی انشاء اللہ شروع کر دیا جائیگا۔ اب رہ گیا

طب کا علم

طب کے متعلق باقاعدہ طور پر کام شروع نہیں کیا گیا لیکن مبلغ جو باہر جاتے ہیں۔ انہیں طب پڑھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ایک الگ طبی سکول جاری کر دیا جائیگا۔ یا مدرسہ احمدیہ کی ایک شاخ کھول دی جائیگی۔ اور یہ کام خصوصاً اس لئے شروع کیا جائیگا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس سے تعلق تھا۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ تو ایک بلند پایہ طبیب بھی تھے۔ غرض طب سلسلہ احمدیہ سے خاص تعلق رکھتی ہے بچپن میں عموماً میری صحت خراب رہتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ تم قرآن شریف اور بخاری کا ترجمہ اور طب پڑھ لو۔ چنانچہ میں نے طب کی تین چار کتابیں پڑھیں بھی۔ تو طب کے متعلق میرا خیال ہے۔ کہ اسے جاری کیا جائے فی الحال مبلغین کو طب پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔

اب پانچ پیشے رہ جاتے ہیں۔ کیمیا۔ چمڑے کا کام لکڑی کا کام۔ لوہاری اور معماری کا کام۔

معماری کے کام

میں فی الحال دخل دینا ضروری نہیں سمجھا۔ کیونکہ معماری کے کام کے لئے خاص انتظام کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لوگ اپنے اپنے طور پر اسے سیکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر موقعہ ملا۔ تو ہم اسے بھی نظر انداز نہیں کریں گے۔

باقی رہ جاتے ہیں چار کام۔ لوہاری۔ نجاری چمڑے کا کام اور علم کیمیا۔ یہ سکول جس کے افتتاح کے لئے آج ہم جمع ہوئے ہیں۔ اس میں تین کام شروع کئے جائیں گے۔ ابھی صرف دو جماعتیں کھولنے کا انتظام کیا گیا ہے۔

لوہاری اور نجاری

چمڑے کے کام کی سکیم ابھی زیر غور ہے۔ کیمیا کے کام مثلاً ادویہ سازی کے متعلق بھی میں مشورہ کر رہا ہوں۔ اور میرا ارادہ ہے۔ کہ انشاء اللہ اس کام کو ابھی شروع کر دیا جائے۔ اس کام کی ایک قسم تو شروع ہو گئی ہے۔ اور وہ گلاس فیکٹری ہے۔ لیکن وہ ایک خاص شکل میں محدود ہے۔ کیمیا سازی میں پینٹنگ پالش وغیرہ سب چیزیں آجاتی ہیں۔ میں اس کے متعلق ماہر فن لوگوں سے مشورہ کر رہا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو اس میں بھی ہاتھ ڈالا جائیگا۔ باقی تین کام جو ہم شروع کرنے والے ہیں۔ اور ان کے ساتھ کپڑا بننے کا کام بھی لگا دیا جائے تو چار ہوتے ہیں۔ نہایت ضروری ہیں۔ مگر بد قسمتی سے یہ کام ہندوستان میں ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ جب کسی ملک کے زوال کے دن آتے ہیں تو لوگوں کی ذہنیتیں بھی بدل جاتی ہیں۔ اگر کسی سے کہہ دیا جائے کہ یہ موچی ہے۔ تو لوگ سمجھیں گے کہ وہ ذلیل کام کرنے والا ہے اور وہ خود بھی اس پیشے کو ذلیل سمجھیگا۔ اور اسے چھوڑ دینے کی خواہش کریگا۔ لوہار اور ترکھان کے پیشے کو بھی ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ گو وہ موچی کے پیشے کی طرح بدنام نہیں۔ اور گو لوگ انہیں حقیر نہ سمجھتے ہوں۔ مگر وہ کبھی پسند نہ کریں گے کہ ہمارے بچے

لوہار یا ترکھان

بنیں۔ یا وہ جلاہے کا کام سیکھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان پیشوں کی آمدنیاں محدود ہو گئی ہیں۔ جب کسی پیشہ میں نفع کم ہو جائے تو قدرتی طور پر اس کی قدر بھی کم ہو جاتی ہے۔ مثلاً تمہیں ہندوستان میں ایسے طبیب بھی ملیں گے جن کی ماہوار آمدنی پانچ چھ روپے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ لیکن ایسے طبیب

بھی ملیں گے۔ جن کی آمدنی پانچ چھ ہزار روپیہ ماہوار ہوگی۔ اگر سارے طبیب پانچ یا چھ ہزار آمدنی کے ہوں تو طب کی بھی کم قدر ہو جائے۔ چونکہ لوہارے اور ترکھانے کی آمدنی بہت کم اور محدود ہوگئی ہے۔ اس لئے لوگوں نے ان پیشوں کو ذلیل سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ تجارت میں چونکہ آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی قدر زیادہ کی جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم بھی ان تمام پیشوں کو اسی طریق پر چلاتے۔ جس طریق پر انہیں یورپ میں چلایا جاتا ہے۔ تو یہاں بھی ان کی ویسی ہی قدر کی جاتی۔ جیسی کہ وہاں کی جاتی ہے۔ اب دیکھ لو

تمام کپڑا یورپ سے آتا ہے

جو یا تو لنکا شائر میں بنتا ہے۔ یا بلجیم میں مہیا کیا جاتا ہے۔ کہ ہر سال آٹھ کروڑ روپے کا کپڑا باہر سے ہندوستان میں آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کام جلاہے کرتے ہیں۔ چاہے کسی قسم کا کپڑا بنا جائے۔ گرم کپڑا ہو۔ یا چھینٹ ہو یا کھدر بننے کا کام کسی کو جلاہا نہیں بناتا۔ بلکہ کپڑا بننے کا کام جلاہا بناتا ہے۔ پھر لوہارے کے تمام کاموں کی اشیا یورپ سے آتی ہیں۔ مثلاً ریل گاڑی کا سامان کپڑے سینے کی مشینیں۔ روئی اور بنولے کی مشینیں موٹر۔ بائیسکل۔ مختلف پرزے۔ سب یورپ سے آرہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ آہستہ آہستہ یورپ والوں نے سرمایہ داری کے ذریعہ سارا کام اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ اور اب تو یہ حالت ہے۔ کہ جب ہمارا کپڑا پھٹ جائے اور اسے سینے کی ضرورت ہو۔ تو ہمیں

سوئی کے لئے بھی یورپ کا دست نگر

ہونا پڑتا ہے۔ بچپن میں مجھے یاد ہے۔ کہ ہندوستان کی بنی ہوئی سوئیاں جو کچی سوئیاں کہلاتی تھیں۔ استعمال کی جاتی تھیں۔ مگر اب وہ کہیں نظر نہیں آتیں۔ بات یہ ہے کہ جن چیزوں کے متعلق یورپ والوں نے دیکھا۔ کہ ہندوستان میں استعمال ہوتی ہیں۔ انہوں نے وہ چیزیں مشین کے ذریعہ بنانی شروع کر دیں۔ اب تو مشینوں نے کھدر بھی بنا دیا ہے۔ اور وہ کھدر کریپ کہلاتا ہے یورپ والوں نے کہا اگر ہندوستانی کھدر پہننے کے لئے ہی تیار ہیں۔ تو ہم مشینوں سے کھدر ہی تیار کر دیں گے۔ پھر نجاری کا کام ہے۔ اس میں بھی اعلیٰ فن کے کام ولایت سے ہی آتے ہیں۔ بڑے بڑے گھروں میں دیکھ لو۔ کرسیاں اور کوچیں یورپ کی بنی ہوئی استعمال کی جاتی ہیں۔ اور بعض کوچوں کی قیمت کئی کئی سو تک ہوتی ہے۔ اسی طرح عمارتی کاموں میں بھی بعض ٹکڑے بنے بنائے ولایت سے آتے ہیں مگر یہ پیشہ پھر بھی ایک حد تک محفوظ رہا ہے۔ باقی رہا

چمڑے کا کام

اس کا بیشتر حصہ ولایت چلا گیا ہے۔ مگر اب واپس لوٹ رہا ہے۔ پہلے تمام چیزیں چمڑے کی ولایت سے بن کر آتی تھیں۔ مگر اب ہندوستان کے بعض شہروں میں مثلاً کانپور وغیرہ میں۔ چمڑے کی بہت اشیا تیار کی جاتی ہیں۔ تاہم چمڑے کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو یورپ سے تیار ہو کر ہندوستان آتی ہیں۔ اور یورپ والے ان کے ذریعہ روپیہ کما رہے ہیں۔ یورپ میں جوتیاں بنانے والے ہمارے ہاں کے موچیوں کی طرح نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ ان کی وہی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ جو وہاں بڑے بڑے لارڈوں کی ہوتی ہے۔ بلکہ وہاں تو ایسے لوہار یا نجار یا بوٹ میکر ہیں جو لارڈ ہیں اور ان کی بہت عزت کی جاتی ہے۔ ان میں سے جب کوئی ہندوستان آتا ہے۔ تو وائسرائے کا مہمان ہوتا ہے۔ اور راجے نواب بھی اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی آمدنیوں کو محدود نہیں رکھا۔ بلکہ انہیں غیر محدود بنا لیا ہے۔ اور ان کے پیشے اپنی غیر محدود آمدنیوں اور وسیع پیمانے پر ہونے کی وجہ سے معزز تصور ہو رہے ہیں۔ مگر ہندستان میں وہی پیشے قلیل آمدنیوں کی وجہ سے ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں ایک اور عجیب رواج بھی ہے۔ اور در اصل ہندستانیوں کو اسی کی سزا مل رہی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک پیشہ ور انسان اپنے پیشہ کو ذاتی جائیداد تصور کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ صرف اپنے بیٹے کو وہ پیشہ سکھا دے۔ کسی دوسرے کو وہ سکھانا پسند نہیں کرتا۔ کہ کوئی شخص کسی کام کو

اپنی ذاتی جائیداد

بنا کر بیٹھ جائے۔ یورپ میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی خاندان سارے کا سارا بوٹ بنانے والا نہیں ہوگا۔ اگر باپ بوٹ میکر ہوگا۔ تو بیٹا کیمیا کے علم کا ماہر ہوگا۔ پوتے کپڑا بنانے کا کام کرتے ہونگے۔ اور پڑپوتے کسی فرم میں حصہ دار ہونگے۔ غرض ایک ہی کام نہیں ہوگا۔ جس میں وہ سارے کے سارے لگے ہوئے ہونگے مگر ہمارے ملک نے سمجھ رکھا ہے۔ کہ پیشے ذاتی جائیداد ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے خاندان تک ہی محدود رہنے چاہئیں۔ کسی اور کو نہیں سکھانے چاہئیں۔ اس کے دو بہت بڑے نقصان ہیں۔ ایک انفرادی اور دوسرا قومی قومی نقصان تو یہ ہے۔ کہ اگر بیٹا باپ جیسا لائق نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ فن گر جائیگا۔ اور اس طرح قوم کو نقصان پہنچیگا۔ دوسرا نقصان یہ ہے۔ کہ باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے پوتے کو جب وہ کام ورثہ میں ملیگا۔ تو ان کے نام کے ساتھ ایک اور چیز جسے پنجابی میں ال کہتے ہیں لگ جائیگی۔ اور وہ اس کی قومیت بن جائیگی۔ حالانکہ آزادانہ پیشہ اختیار کرنے کا طریق رائج ہو۔ تو بالکل ممکن تھا۔ کہ ایک درزی کا کام کرنے والے کا بیٹا اچھا لوہار یا اچھا نجار یا اعلیٰ معمار بن سکتا۔ پس اس طریق کا انفرادی طور پر بھی نقصان ہوا۔ اور قومی طور پر بھی۔ یورپ میں لوگوں نے اپنے آپ کو ان نقصانات سے بچا لیا ہے۔ نہ ان کے نام کے ساتھ کوئی ال لگی اور نہ ان کے پیشے ہی محدود رہے۔ کیونکہ انہوں نے ایک ہی کام پر جمے رہنا پسند نہیں کیا۔ بلکہ کام تبدیل کرتے گئے۔ اور انسانی فطرت کا یہ تقاضا ہے۔ کہ وہ تبدیلی چاہتی ہے۔ مرد کم تبدیلی کا خواہاں ہوتا ہے۔ مگر عورت زیادہ تبدیلی چاہتی ہے۔ گھروں میں دیکھ لو جب کبھی عورتیں صفائی کرتی ہیں۔ تو چیزوں کو ادھر سے اُدھر رکھ کر نقشہ بدل دیتی ہیں۔ اور بالکل بلا وجہ ایسا کرتی ہیں پہلے اگر چارپائی مشرقی دیوار کے ساتھ ہوگی۔ تو پھر مغربی دیوار کے ساتھ کر دی جائیگی۔ کبھی جنوبی دیوار کے ساتھ لگا دی جائیگی۔ اور کبھی پھر شرقی دیوار کے ساتھ رکھ دی جائیگی۔ یہ صرف نظارے کی تبدیلی ہوتی ہے۔ بہرحال

تبدیلی ترقی کے لئے ضروری چیز ہے

گو تبدیلی میں تنزل کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ مگر اس میں ترقی بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان میں یہ مادہ رکھا ہے۔ کہ وہ ایک حالت میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ تغیر چاہتا ہے۔ اور کام کی تبدیلی کے ساتھ بھی بہت سے خاندان بڑھتے اور گھٹتے ہیں۔

غرض ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس صنعتی سکول کی ابتداء کی ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ ہندستان کے تنزل اور تباہی کی ایک وجہ ان پیشوں کا ہمارے ہاتھوں سے نکل جانا ہے۔ اور یورپ کی ترقی کی وجہ ان پیشوں کا ان کے ہاتھ میں چلے جانا ہے۔ پھر میرے مدنظر یہ بات بھی ہے۔ کہ اس طرح بیکاری کو دور کرنے کی بھی کوشش کی جائے مگر میں فوری طور پر اس کام کو وسعت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ

ہمارے پاس سرمایہ کم ہے

گو میری خواہش یہی ہے۔ کہ ہر بیکار کو کام پر لگایا جائے مگر عقل چاہتی ہے۔ کہ کام کو اس طریق سے نہ چلایا جائے کہ چند دن جاری رہ کر پھر ختم ہو جائے۔ بلکہ ایسے طریق سے قدم اٹھایا جائے۔ کہ جس سے ہمارے کام کو دوام نصیب ہو۔

فی الحال میں نے یہ سکیم بنائی ہے۔ کہ ایک استاد کے ساتھ تین شاگرد ہوں۔ اس طرح کام چلانا سہل ہوگا۔ ہر تیسرے ماہ طالب علموں کا انتخاب ہوا کریگا اور مزید تین لڑکوں کو لیکر کام پر لگا دیا جائے گا۔ اس طرح سال میں ہر ایک استاد کے پاس بارہ طالب علم ہو جائیں گے۔ اور پھر سال بھر کے سیکھے ہوئے لڑکے نئے داخل ہونے والے لڑکوں کو کام سکھا بھی سکیںگے اس سلسلہ میں جو مشکلات پیدا ہونگی۔ وہ تو بعد میں ہی دیکھنے میں آئیں گی۔ مگر اصولی طور پر یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے۔ کہ اس طرح آہستہ آہستہ کام کو بڑھایا جائے۔

میری تجویز یہ بھی ہے۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ بھی اس کام میں حصہ لیں۔ اور وہ اس طرح کہ اس سرمایہ کے جو اس پر لگایا جائے۔ حصص خریدیں۔ چنانچہ اس میں تجارتی طور پر حصہ لینے کے لئے میں نے جماعت کے لئے گنجائش رکھی ہے۔ اس میں سے پچاس فیصدی تک سرمایہ کے حصے خریدے جاسکتے ہیں۔

میں نے اس سکول کے متعلق اصول انتخاب میں یہ بات مدنظر رکھی ہے۔ کہ یتامیٰ کو مقدم رکھا جائے۔ اور ان کی نسبت دوسرے لڑکوں کے انتخاب کی شرائط کڑی ہوں۔ مثلاً پہلی شرط ان کے لئے یہ رکھی گئی ہے کہ وہ

کم سے کم پرائمری پاس

ہوں۔ مگر یتیموں کے لئے پرائمری پاس ہونے کی شرط نہیں۔ گو انہیں بھی اگر وہ ان پڑھ ہوں تعلیم دی جائیگی پھر یہ بھی شرط ہے۔ کہ ان کو

بورڈنگ میں رکھا جائے گا۔

اور پانچ سال انہیں یہاں رہنا ہوگا۔ تین سال تک ان پر ہم خرچ کریں گے۔ باقی دو سال میں اس آمد پر جو ان کی تیار کی ہوئی اشیاء سے حاصل ہوگا۔ ان کا خرچ چلیگا۔ پہلے تین سال تک استادوں کی تنخواہیں بورڈنگ کا خرچ اور کپڑے وغیرہ کا خرچ تحریک جدید کے ذمہ ہوگا۔ اس کے علاوہ ہم نے دو سال اس لئے زائد رکھے ہیں۔ تاکہ وہ سلسلہ کا کام کریں۔ اور اس قرض کا کچھ حصہ جو ان پر خرچ ہوا ہو۔ ادا کر سکیں۔ اگر کوئی لڑکا بیچ میں ہی کام چھوڑ کر چلا جائیگا۔ تو اسے وہ روپیہ واپس دینا ہوگا جو اس پر خرچ ہوا۔ سوائے اس کے کہ کوئی اشد معذوری اسے پیش آجائے۔ مثلاً کوئی آنکھوں سے اندھا ہو جائے۔ یا اور کسی طرح کام

کے ناقابل ہو جائے۔ کیونکہ ایسے کاموں میں اس قسم کے حادثات بھی ہو جانے کا اندیشہ ہوا کرتا ہے۔ پس ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو لڑکے داخل ہونا چاہیں وہی داخل ہو سکتے ہیں۔ یتامیٰ کے متعلق میں نے بتایا ہے۔ کہ ان کو بغیر کسی شرط کے لے لیا گیا ہے۔ مگر دوسروں کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ وہ کم از کم پرائمری پاس ہوں۔ آئندہ آہستہ آہستہ شرائط کڑی کر دی جائیں گی۔ مثلاً پھر یہ شرط رکھی جائیگی۔ کہ مڈل پاس طالب علم لئے جائیں۔ اور مڈل تک کی تعلیم تو مجلس مشاورت میں ہماری جماعت کے لئے لازمی تعلیم قرار پا چکی ہے۔ پس جب مڈل تک کی تعلیم ہر احمدی کے لئے لازمی ہے۔ تو بعد میں تعلیم کے اسی معیار کے لحاظ سے طالب علم سکول میں لئے جائیں گے

علاوہ ازیں اس سکول کے استادوں کو دوسرے مدرسوں کے لڑکوں کو کام سکھانے پر لگایا جائے گا۔ یعنی

دوسرے مدرسوں کے طالب علموں کو

بھی اس قسم کے کام سکھائے جائیں گے۔ مثلاً ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ کے جو لڑکے چاہیں گے ان کے لئے بھی انتظام کر دیا جائے گا۔ مگر ان کے لئے ہفتہ میں صرف دو روز اس کام کے لئے ہونگے کیونکہ انہیں اپنے کورس کی اور پڑھائی کرنی پڑتی ہے۔ بے شک اس طرح وہ بہت دیر میں کام سیکھ سکیں گے۔ اور بعض دفعہ ان کو چھٹیوں میں یہ کام کرنا پڑیگا۔ مثلاً گرمیوں کی رخصتوں میں ان کو اور کہیں جانے کی اجازت نہ ہو گی۔ بلکہ انہیں یہ کام سکھایا جائیگا۔

بہر حال جب تک ہم پیشوں کے ساتھ تمام لوگوں کی دلچسپی نہ پیدا کر دیں گے۔ اس وقت تک پیشہ ور دل کو ذلیل سمجھنے کی خرابی دور نہ ہو گی۔ جب سارے لوگ مختلف پیشے جانتے ہوں۔ اور ہر خاندان کا کوئی نہ کوئی آدمی اس قسم کا کام کرتا ہو۔ تو پھر پیشوں کے متعلق حقارت لوگوں کے دلوں سے مٹ جائے گی یورپ میں بڑے سے بڑے لوگ بھی اس قسم کے کاموں کو حقیر نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ خود کسی نہ کسی پیشہ کے ماہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرانس کا ایک پریذیڈنٹ تھا۔ جس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ جب کبھی اسے اپنے کام سے فرصت ملتی تو وہ دھونکنی پر جا کر کام شروع کر دیتا۔

پس اگر دوسرے سکولوں کی خواہش ہوئی۔ تو ان کے لئے بھی انتظام کر دیا جائیگا۔ اس کے بعد میں دوستوں سے خواہش کرتا ہوں۔ کہ وہ مل کر دعا کریں۔ کہ اس ابتداء کو جو بظاہر چھوٹی اور ہیچ معلوم ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ ترقی کی منازل تک پہنچائے

اور ہمارے کام کرنے والے لوگ اس رنگ میں کام کریں۔ کہ جہاں وہ دنیا کے لئے بہتری کا موجب ہوں وہاں دین کے لئے بھی بہتری کا باعث بنیں۔ میں استادوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ لڑکوں میں یہ روح پیدا کریں۔ کہ دنیا کے ساتھ انہیں دین بھی حاصل کرنا ہے۔ گویا وہ

دست با کار و دل بایار کے مصداق

بنیں۔ شروع سے ہی ان کے اندر یہ روح پیدا کی جائے۔ کہ سلسلہ کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنا

اپنے نفسوں کو مارنا

اور اپنے پیشوں کو صرف ذاتی مفاد تک محدود نہ رکھنا بلکہ ان سے سلسلہ کو بھی فائدہ پہونچانا ان کا مقصد ہے اگر یہ روح ان کے اندر پیدا ہو جائے۔ کہ انہوں نے اپنی اپنی صنعتوں میں غیر ممالک کے صناعوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ اور ادھر نیکی اور تقویٰ پر بھی قائم رہنا ہے۔ تب یہ لوگ ہمارے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ ورنہ روٹی کمانے والے تو دنیا میں بہت لوگ ہیں۔ ہماری یہ غرض نہیں کہ صرف روٹی کمانے والے پیدا کئے جائیں۔ بلکہ

ہمارا مقصد یہ ہے

کہ ہماری جماعت کے لوگ ایسے ہوں۔ جو دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو بھی حاصل کرنے والے ہوں۔ وہ اسلام کی کھوئی ہوئی شوکت کو واپس لانے میں ممد ہوں۔ اور دوسروں کو اس بات کا سبق دے سکیں۔ کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی ایک شخص حقیقی مومن ہو سکتا ہے۔ اور دنیا کمانے سے اس کا ایمان کم نہیں ہوتا۔ بلکہ ترقی کرتا ہے۔

اس کے بعد حضور نے مجمع سمیت لمبی دعا فرمائی۔

(الفضل ۵ مارچ ۳۶ء)

مبلّغ فلسطین کی آمد

قادیان کی بستی میں بعض ایسی خصوصیات ہیں۔ جو دنیا کے کسی شہر میں نہیں ہیں۔ جن میں سے ایک خصوصیت یہ ہے۔ کہ مبلغین کے جانے اور آنے کی جس قدر تقریبیں یہاں پیدا ہوتی ہیں اور کسی جگہ پیدا نہیں ہوتیں بعض اوقات تو روزانہ ہی ایسی تقریب پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی تقریبات پر جماعت میں ایک زندگی اور روح پیدا ہوتی ہے۔ انہی تقریبوں میں سے مولانا ابوالعطاء اللہ دتا صاحب مولوی فاضل جالندھری کی آمد کی تقریب تھی۔ مولانا ابو العطاء ساڑھے چار سال بلاد عربیہ میں خدمت دین کا فریضہ ادا کر کے تشریف لائے ہیں۔

آپ ۲۳ فروری کو ۱۲ بجے کی گاڑی سے قادیان پہنچے۔ حضرت امیر المومنین بنفس نفیس اسٹیشن پر موجود تھے۔ گاڑی کا اللہ اکبر کے نعروں سے استقبال کیا گیا۔ مولوی صاحب گاڑی کے دروازے میں بیتابانہ صورت میں کھڑے تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو دیکھکر ان کی حالت بیتابی اور بڑھی اور چاہتے تھے۔ کہ چلتی ٹرین سے ہی اتر کر اپنے سید و مولیٰ کے دست بوس ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور کے خدام کو جو تعلق حضور سے اور پھر اپنے متعلق ہر شخص کا یہی خیال ہے۔ کہ وہ ادنےٰ سے ادنےٰ درجے کا خادم ہے۔

پس ایک خادم جب اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اور پھر حضرت امیر المومنین کے بلند و بالا مقام کو علی وجہ البصیرت دیکھتا ہے۔ اور پھر دیکھتا ہے کہ حضور اپنے خادم کی عزت افزائی کے لئے بنفس نفیس موجود ہیں۔ تو اس خادم کا دل پانی بن جاتا ہے اور جذبات اور احساسات کا ایک بحر بیکراں اسے گھیر لیتا ہے۔ اور وہ اپنے وجود میں کھویا جاتا ہے اور اس وقت اس کے خیالات کی ترجمانی صرف آنسو ہی کر سکتے ہیں۔ یہی حالت اس وقت مولانا کی تھی۔ حضور بھی جوش محبت میں اس کمرے کی طرف بڑھے۔ مولانا نے اتر کر حضور کے ہاتھوں کو بوسے دئے۔ حضور نے اپنے خادم کو گلے سے لگایا۔ اور معانقہ کا شرف بخشا۔ اپنے دست مبارک سے ہار مولوی صاحب کے گلے میں ڈالے۔ بعد میں حضور نے موقع دیا۔ کہ دوسرے دوست بھی مل لیں۔

اسٹیشن پر مبلغین بھی باوردی کھڑے تھے۔ سب نے مولانا سے معانقہ کیا۔ سالار جیش اپنی کور کو لیکر موجود تھے۔ مولانا نے ممبران کور سے بھی معانقہ کیا۔ جماعت کا اتنا بڑا اجتماع تھا۔ کہ یہ پہلا موقعہ تھا۔ سینکڑوں دوست بغیر معانقہ کئے رہ گئے۔ وہ صرف اپنے محترم مجاہد کو دیکھ سکے۔ اور السلام علیکم کہہ سکے۔

ملاقاتوں کے سلسلہ سے فراغت حاصل کر چکنے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے اپنے خادم کو اپنے ساتھ موٹر میں بٹھایا اور شہر میں لے آئے۔ جہاں انہوں نے دو رکعت نفل ادا کئے

مدرسہ احمدیہ۔ جامعہ احمدیہ۔ مدرسہ تعلیم الاسلام مبلغین سلسلہ کی طرف سے پارٹیاں دی گئیں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے بھی ایک دعوت قصر خلافت میں حضرت مولانا شیر علی صاحب اور مولوی ابو العطاء صاحب کے اعزاز میں کی۔ جن کی تفصیل اخبار الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔

مولوی صاحب موصوف کے کام کے متعلق اگلے نمبر میں انشاء اللہ مفصل تذکرہ شائع ہوگا۔

ساقیا آمدن عید مبارک بادت

قادیان میں ۴ مارچ کو عید قربان ہوئی۔ عید کی نماز کے لئے ۹ بجے کا وقت مقرر تھا۔ صبح سات بجے ہی سے لوگ جوق در جوق عیدگاہ کی طرف جانے لگ گئے تھے۔ عید کے روز کا منظر قادیان میں بڑا ہی جاذب نظر ہوتا ہے۔ مختلف محلوں میں سے خدا تعالیٰ کی مخلوق نکل نکل کر آتی ہوئی بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔

عید کی اس تقریب پر اور گذشتہ عید پر بھی حفاظت کا انتظام نوجوانان کور کے سپرد تھا۔ کور کے جوان اپنے اپنے افسروں کی زیر نگرانی صبح ۷ بجے ہی وردیاں پہن کر اپنی ڈیوٹیوں پر پہنچ گئے تھے۔ مبلغین بھی باوردی ڈیوٹی دے رہے تھے۔ سالار جیش لفٹیننٹ مرزا گل محمد صاحب افسر جیش مولوی سید سید احمد صاحب مولوی فاضل نے اس انتظام کو نہایت حسن خوبی سے سرانجام دیا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تشریف لانے کے بعد کچھ دیر تک احباب کا انتظار فرماتے رہے۔ اور جب اطلاع دی گئی۔ کہ احباب آ گئے ہیں۔ تو حضور نے ہزاروں خدام کے ساتھ نماز عید پڑھی۔ نماز کے بعد حضور ممبر پر تشریف لے گئے۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور خطبہ میں قربانی کی تاریخ کو بیان فرماتے ہوئے حضرت ابراہیم ابو الانبیاء اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کی قربانی کا ذکر فرمایا۔ اور اس فلسفے کو ذہن نشین کرایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(باقی صفحہ ۱۱ کالم ۲)

مشاہدات اور تاثرات کی دنیا

لنڈن کا مشرق و مغرب

مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے

حضرت عرفانی صاحب قبلہ کی قلم سے

میں یورپ کے ہر اس شہر میں جہاں جانے کا مجھے اتفاق ہوا کھلی آنکھ رکھ کر پھرتا تھا۔ میں دیکھتا تھا اور سوچتا تھا اور سیکھتا تھا۔ بعض اوقات جب مجھے پوچھتے تو میں جواب دیتا۔ I look and learn.

ہندوستان میں رہ کر میں نے لنڈن کے متعلق بعض ناولوں میں ایسٹ اینڈ کے حالات پڑھے ہوئے تھے۔ یہاں آ کر میرے کان میں ایسٹ اینڈ اور ویسٹ اینڈ کی آوازیں بعض اوقات آتی تھیں۔ میں خود بھی ویسٹ اینڈ میں ہی رہتا تھا۔ میں جب ۱۹۲۴ء میں لنڈن گیا تھا۔ اس وقت بھی مجھے ایسٹ اینڈ جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس وقت میں ایک مفروضہ کام کو سرانجام دینے گیا تھا۔ وہ کام میرے زیر نظر تھا۔ اور وقت تنگ تھا۔ میں باوجود خواہش اور شوق کے ایسٹ اینڈ کے مناظر سے لطف اندوز نہ ہو سکا۔ اور مشرقی لنڈن کے تمدن معاشرت اور طرز زندگی پر غور نہ کر سکا۔ لیکن اب میں آزاد اور اپنی خوشی کا مالک تھا۔ جدھر چاہتا جاتا اور جو چاہتا دیکھتا تھا۔

میں متعدد مرتبہ مشرقی لنڈن میں آیا۔ اور کئی کئی گھنٹے میں نے اس کے تمدن و تہذیب کو دلچسپی سے مطالعہ کرنے میں گزارے۔ میں اس کے بازاروں اور سیر گاہوں میں پھرا۔ اور اس کے عجائبات کو دیکھا۔ ایسٹ اینڈ کے دن اور رات کو بھی دیکھا۔ اسی طرح ویسٹ اینڈ کے متعلق میرا طرز عمل رہا۔ ان دونوں پر مجموعی غور کرنے کے بعد اور بعض دوسرے شہروں کو دیکھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ:۔

مشرق اور مغرب میں فی الحقیقت بعد المشرقین ہے

اور کپلنگ نے جو کہا ہے۔ کہ "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے" بالکل درست ہے۔ گو واقعات اور حالات نے مشرق اور مغرب کو ملا بھی دیا ہو۔ یورپ نے عموماً اور لنڈن نے خصوصاً اس میں مشرق اور مغرب کی تمدن و تہذیب کی حقیقت کو اپنے نقطۂ خیال سے نمایاں کر رکھا ہے۔ اور مجھے اگر اپنے تاثرات کا صحیح اظہار کرنا چاہیئے تو میں کہونگا کہ اس امتیاز و تفریق مشرقی اقوام کی ذلت ان کی مفلسی اور ناشائستگی یا کم مائیگی کا مظاہرہ ہے

ایسٹ اینڈ میں جو لوگ رہتے ہیں ان کے مکانات ان کے لباس۔ ان کے حرکات و سکنات اور افعال سے افلاس اور نکبت نمایاں ہے۔ وہاں کے کوچہ و بازار میں نہ وہ صفائی ہے جو ویسٹ اینڈ کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ اور نہ تمول و دولت کے وہ دلفریب مظاہرے ہیں جو اس قارونی دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ بہت ممکن ہے مجھ سے پہلے بہت سے لوگوں نے لنڈن کی مشرقی اور مغربی آبادی پر ایک پرغور نظر ڈالی ہو۔ مگر میں نے جس رنگ میں اسے پڑھا ہے میں اس کے نتائج اور تاثرات کا جدا جدا ذکر کروں گا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ مشرقی لنڈن کا میلا پن اس کی غلاظت باشندوں کے خیالات میں دنائت وغیرہ افلاس کا نتیجہ ہے۔ چونکہ ویسٹ اینڈ میں جو لوگ رہتے ہیں۔ وہ بڑے دولت مند اور امیر کبیر ہیں۔ اس لئے ان کی طرز زندگی میں اس دولت کی چمک پائی جاتی ہے۔ ان کے مکانات کی رفعت اور آراستگی ان کے قیمتی لباس اور پرتکلف ہوٹلوں میں عیش و عشرت کے ساز و سامان کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بھی ایک سبب ہو۔ مگر میرا نقطہ نظر بالکل دوسرا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ میری آنکھ سے لنڈن کی مشرقی اور مغربی دنیا کو دیکھیں۔

لنڈن کے گداگر

لنڈن میں گداگری قانوناً منع ہے۔ مگر پھر بھی لنڈن میں گداگری کا مہذب طریق موجود ہے۔ جس پر کوئی قانونی مواخذہ نہیں ہو سکتا۔ یہ مہذب بھکاری شاہراہوں ...... اور بڑی بڑی سیرگاہوں اور تفریح کی جگہوں پر اپنی ضروریات کے لئے بھیک مانگنے کے لئے بھیک مانگنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ میں نے اپنے پہلے سفر میں سرسری طور پر اور دوسرے سفر میں بڑے غور و خوض سے صنعت گداگری کا مطالعہ کیا۔ اور میں نے اس کے جن عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اسے اپنے اہل ملک کی ضیافت طبع کے لئے پیش کر دیتا ہوں

برطانیہ کی اصولی قربانی

انگریزوں کے کریکٹر کی یہ ایک نمایاں خوبی ہے۔ کہ وہ اصول کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مگر اس کریکٹر کو ہم ان کی زندگی کے ہر شعبہ میں دیکھتے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر کسی اصول کے لئے انہیں کوئی قربانی کرنی پڑے تو اس کمی کی تلافی وہ جزئیات میں آسانی سے کر لیتے ہیں۔ اسی گداگری کو لے لو۔ چونکہ گداگری سے قوم میں دنائت اور پست فطرتی سستی اور اخلاقی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے قانوناً اس کو منع کر دیا۔ اور کوئی شخص قانون کے احترام کے لئے خواہ کچھ بھی ہو بھیک مانگنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے لئے بعض ایسی صورتیں پیدا کرنے میں انہیں مضائقہ نہیں ہوتا۔ جو بظاہر ایک قسم کی تجارت۔ نمائش ہنر کا رنگ رکھتی ہونگی۔ مگر حقیقت میں وہ گداگری کی شان کو اپنی نمائش میں پوشیدہ کئے ہوئے ہیں۔

بھیک مانگنے کے مختلف طریقے

مجھے اگرچہ یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ وہ لوگ جن کا میں ابھی ذکر کرونگا بھیک مانگتے ہیں۔ اس لئے کہ تہذیب اور خودداری کے جس پردہ میں اس گداگری کو چھپایا گیا ہے وہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن اپنے اہل ملک کو سمجھانے کے لئے مجھے یہی کہنا چاہیئے۔ اور اسی لئے میں ان کے طریق کار کو ان کے بھیک مانگنے کے طریقوں سے موسوم کرتا ہوں۔ ان طریقوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ علم اور عقل یا قومی کریکٹر کا اثر ایک ذلیل سے ذلیل طریق کار کو بھی کیسا شاندار اور قابل احترام بنا دیتا ہے۔ قبل اس کے کہ میں ان مختلف طریقوں کا ذکر کروں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان لنڈنی گداگروں میں عورتیں اور مرد دونو داخل ہیں۔ اور کبھی کبھی وہ ایک خاندان یعنے میاں بی بی کی حیثیت میں مل کر بھی اس پیشہ کو ترقی دیتے ہیں۔

لنڈن کے گداگر اپنے فن میں اسی طرح ترقی کرتے رہتے ہیں جس طرح دوسرے پیشہ ور۔ میں ان لنڈنی گداگروں کے مختلف پیشوں اور طریقوں کا ذکر کرتا ہوں۔

۱ دیا سلائی کے ذریعہ گداگری

عام ترکیب تو یہ ہے۔ کہ ایسے لوگ جو کسی طرح کام کرنے کے قابل نہ رہے ہوں۔

وہ چند دیا سلائی کی ڈبیاں لیکر ایک جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یا ڈبیاں یا تو ہاتھ ہی میں رکھ لیتے ہیں۔ اگر کچھ زیادہ ہوں تو ایک چھوٹے سے کاغذ کے ڈبے میں ڈالکر یا کسی ٹوکری میں رکھ کر اسکو گلے میں لٹکا لیتے ہیں۔ اور صورت سوال بنا کر کھڑے رہتے ہیں۔ خیّر لوگ ان کے مافی الضمیر کو خوب سمجھتے ہیں۔ بعض تو بغیر کسی ڈبیا کے لئے حسب توفیق کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں۔ اور بعض جن کو ضرورت ہوتی یا انہوں نے اصول کو قائم رکھنا ضروری سمجھا تو ایک ڈبیہ لے کر ایک آنہ کی بجائے ۲ر ۳ر ۶ر ۱۲ر آنہ تک اپنی حیثیت کے موافق دے دیا۔ ظریفانہ رنگ میں ان گداگروں کو ٹمبر مرچنٹ (تاجران چوب) بھی کہہ دیتے ہیں۔ مگر یہ ظریفانہ بول چال خاص موقعوں پر استعمال کی جاتی ہے۔ مجھے اس کا پتہ نہ تھا۔ ایک روز میں ہائیڈ پارک میں ایک نوجوان سے ملا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے کہا کہ اگر گداگری کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو کسی ٹمبر مرچنٹ یا بینڈ سے ملو۔ میں اس کا مفہوم نہ سمجھ سکا۔ آخر میں نے اس کی صراحت کے لئے کہا۔ کہ ان لوگوں کو کیا تعلق۔ تو وہ کھل کھلا کر ہنس پڑا اور اس نے مجھے بتایا کہ یہ لوگ جو سڑکوں پر دیا سلائی کی ڈبیاں ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے ہیں یا جو گلیوں میں باجہ بجاتے پھرتے ہیں یہ سب گداگر ہیں۔ اور اپنے پیشہ کے اسرار اگر وہ بتانا پسند کریں تو بتا سکتے ہیں میں نے اس کی تلمیحات کو بہت پسند کیا۔ اور بعد میں بعض ایسے لوگوں سے میں نے خود پوچھا بھی۔

اسی ذیل میں وہ لوگ بھی ہیں جو بوٹوں کے تسمے اپنے گلے میں لٹکا لیتے ہیں۔ اور راہ گیروں کو پیش کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ کاغذ کے ڈبے یا لکڑی کی ٹرے میں مختلف قسم کی اشیاء لئے پھرتے ہیں۔ وہ بظاہر آپ سے یہی درخواست کریں گے کہ ان اشیاء میں سے کچھ خرید لیں۔ مگر یہ ہوتا ہے کہ یا تو یونہی کچھ عطا فرمائیے اور اگر آپ قانون کے احترام کے لئے یا اسے مانگنے کی عادت سے بچانے کے لئے اور تجارت کا شوق دلانے کے لئے کوئی چیز خرید لیں۔ تو وہ آپ سے توقع کرتے ہیں۔ کہ آپ ایک آنہ کی بجائے دو یا چار آنہ دیں۔

نقاش الارض

ایک قسم ان گداگروں میں وہ ہے جن کو لنڈن میں

Pavement Artists

یا نقاش الارض کہتے ہیں۔ یہ لوگ تصویر کشی کے فن میں مذاق رکھتے ہیں۔ وہ اپنے ایک چھوٹے سے تھیلے میں مختلف قسم کے چاک رکھتے ہیں۔ جو سفید اور مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں۔ میں نے اول ہی اول جب ان لوگوں کو دیکھا۔ تو مجھے حیرت ہوئی کہ یہ اچھے خاصے مصور ہیں۔ اور باایں ان کی فلاکت اور تہیدستی کا یہ عالم ہے کہ یہ زمین پر اپنے ہنر کو نمایاں کر رہے ہیں۔ یہ لوگ بازار میں ایک طرف پتھر کے فرش پر اپنے ہنر کی نمائش کرتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کے فقرات لکھ کر گزرنے والوں کو اپیل کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا۔ کہ بعض ان میں سے ڈکنس کے کیریکٹروں کو دکھاتے ہیں۔ بعض بڑے آدمیوں کی تصاویر بناکر نمائش کرتے ہیں۔ اور بعض ایسی تصاویر بناتے ہیں کہ وہ خود صورت سوال ہو۔ اور اس کے نیچے اپنا نام بہ حیثیت ایک عاجز آرٹسٹ کے لکھتے ہیں۔ کبھی بھوکے جانوروں یا گھوڑوں وغیرہ کی تصویر بنا دیتے ہیں۔ ایسے مرقع بھی میں نے دیکھے کہ میدان جنگ سے ناکارہ ہو کر آنے والے سپاہی کے کنبہ پر کیا مصیبت آتی ہے۔ یہ نقاش الارض اپنی میلی ٹوپی سیدھی کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اور اس کے نیچے لکھ دیتے ہیں:۔

Thank you sir

اور ٹوپی میں کچھ اکنیاں اور چاندی کا ایک آدھ سکہ بھی پڑا ہوتا ہے۔ جو دوسروں کو تحریک کرتا ہے۔ بعض اوقات اس قسم کے مصوروں کے ساتھ بعض آدمی ملے ہوئے ہوتے ہیں جیسے اس ملک میں مداری کے ساتھ ... ہوتے ہیں۔ مصور صاحب اپنا ہنر دکھانے کے لئے زمین پر تصویریں بناتے جاتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آتا ہے۔ اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ محو نظارہ ہو جاتا ہے۔ اور جھٹ اپنی جیب سے اکنی یا ۲ر کا سکہ نکال کر پھینک دیتا ہے۔ اور اسے دیکھ کر دوسرے بھی ڈال دیتے ہیں۔

ان نقاشان زمین کے اسرار میں ایک اور چیز بھی حیرت انگیز ہے۔ اور وہ صرف اس ڈرامہ میں ایک ایکٹر کا پارٹ پلے کرتا ہے۔ بعض نوعمر مصور جو کسی اور صورت سے تو کما نہیں سکتے۔ اور ان کا وقار اس کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ سڑک پر جاکر خود بیٹھیں اور پبلک سے اپنے ہنر کے بخشیش ... مانگیں۔ وہ اس مقصد کے لئے دو چار حسب ضرورت ایجنٹ تلاش کر لیتے ہیں۔ وہ ایسے ہی شکستہ حال پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ہو کر آتے ہیں۔ یہ مصور صاحب لکڑی کے سیاہ تختوں پر کچھ تصاویر بنا دیتے ہیں۔ یا کاغذ کے گتوں پر۔ یہ اناڑی ان تصاویر کو لیکر مختلف جگہ رکھ دیتے ہیں۔ اور لوگ ان کو دیکھتے ہیں اور کچھ نہ کچھ ان کی ٹوپی میں ڈال دیتے ہیں۔ اور پھر جو کچھ وہ کما کر لے جاتے ہیں۔ آدھا آدھا بانٹ لیتے ہیں۔ وضعدار مصور اپنے ان اجیروں کے ذریعہ اچھی کمائی کر لیتا ہے

بچوں کے رکھوالے

ان گداگروں میں ایک اور گروہ ہے۔ جو شرابخانوں کے دروازوں پر دیکھا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں میں شام کے وقت شرابخانوں کے باہر کھڑے نظر آتے ہیں۔ بعض عورتیں جو مے نوشی کے لئے آتی ہیں۔ ان کے چھوٹے بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں اور وہ ان کو اندر نہیں لے جانا چاہتیں تاکہ ان کے رنگ میں بھنگ نہ پڑے۔ اس لئے وہ دروازہ پر ان اجیروں میں سے کسی کے پاس اپنا بچہ چھوڑ کر اندر چلی جاتی ہیں۔ اور جب پی پلا کر باہر آتی ہیں تو کچھ ان صاحب کی بھی نذر کر جاتی ہیں۔ انہیں بھی عورتیں اور مرد دونو ہی ہوتے ہیں۔

موسیقی نواز

ان گداگروں میں ایک جماعت موسیقی نوازوں کی ہے اور وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض ایک گرامو فون لے لیتے ہیں۔ اور وہ کسی سڑک کے کنکڑے یا موڑ پر ایک سٹول پر رکھ کر کام شروع کر دیتے ہیں۔ یہ عموماً ایک سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ایک ریکارڈ بدلتا رہتا ہے اور دوسرا ٹوپی ہاتھ میں لئے خراج تحسین وصول کرتا رہتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ وہ ایک قسم کا باجہ رکھتے ہیں جو ہینڈل گھمانے سے بجتا ہے۔ ایک چھوٹی سی گاڑی میں وہ لگا یا ہوا ہوتا ہے اور اسے بجاتے جاتے ہیں۔ دوسرا:۔

Thank You Sir

کہہ کر خیرات یا فیس جو کچھ چاہو کہہ لو وصول کرتا جاتا ہے۔ ان دو قسموں سے ممتاز ایک قسم موسیقی نواز ہیں۔

بینڈ نواز

یہ بینڈ بجانے والے ہیں۔ یہ لوگ عموماً کسی فوج کے معزول شدہ یا کسی اور وجہ سے علیحدہ ہوئے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ اور وہ پورا بینڈ رکھتے ہیں۔ چونکہ اس فن سے واقف ہوتے ہیں اس لئے ان کی بینڈ نوازی نہایت دلکش اور مؤثر ہوتی ہے۔ عام طور پر یہ لوگ ہفتہ کی شام اور اتوار کی صبح کو عموماً شراب خانوں میں آنے جانے والوں سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے ایک منظم صورت میں کام کرتے ہیں۔ ان کی پارٹی پوری ہوتی ہے۔ اور حتی الوسع اپنی وردی خواہ وہ کتنی ہی پرانی کیوں نہ ہو۔ پہنتے ہیں۔ لنڈن میں اس قسم کے بینڈ بجانے والے بکثرت ملیں گے۔ خصوصیت کے ساتھ یہ لوگ لنڈن کے مغربی حصہ میں جہاں امراء رہتے ہیں اور بڑے مشہور محلوں جیسے کنگس وے۔ اسٹرینڈ آکسفورڈ ڈسٹرکٹ وغیرہ میں یہ پارٹیاں ضرور ملیں گی۔ بعض اوقات ان کی باجہ نوازی ایسی دلکشی اپنے اندر رکھتی ہے۔ کہ لنڈن کے امراء جو ویسٹ اینڈ میں رہتے ہیں۔ باوجود بڑے بڑے ماہرین فن کو سننے کے ان میں سے کسی پارٹی کی سرپرستی کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

بنسری والے

ان موسیقی نواز بھیک منگوں میں بعض بنسری کے استاد ہوتے ہیں اور اپنی بانسری سے قلوب کو جذب کرتے ہیں۔ اور کوئی دلپسند گیت نہایت ہی مؤثر سُر میں اپنی لَے سے سناتے ہیں۔ میں ایک روز اپنے مکان میں اتوار کے دن صبح کو اخبار پڑھ رہا تھا۔ کہ ایک نہایت لطیف اور سریلی آواز بنسری کی میرے کان میں آئی پہلے تو میں سنتا رہا اور اخبار پڑھتا رہا۔ آخر اس کا جذب غالب آگیا۔ اور میں نے اخبار رکھ کر دریچہ سے سر نکالا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ دونوں طرف کے دریچوں سے عورتوں اور مردوں کے اکثر سر نکلے ہوئے ہیں۔ اور سڑک پر ایک شخص ننگے سر اپنی بنسری بجاتا ہوا ٹہل رہا ہے۔ ہفتہ کی رات کو علی العموم لوگ ایک کیف اور مستی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اور اتوار کی صبح فرصت و خوش باشی کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ اس لئے یہ لوگ خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بین بجانے والے

اسی قسم میں میں ان لوگوں کو بھی شامل کرتا ہوں۔ جو بین باجہ بجانے والے ہیں یہ لوگ سکاٹ لینڈ کے باجہ بجانے والوں کی طرح ایک گھاگرا پہن لیتے ہیں۔ گویا وہ گھاگرا پلٹن کے سپاہی تھے۔ اور اکثر اس سے مستعفی ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہی لباس زیب تن کر کے وہ اپنی بین اٹھائے ہوئے اس فوجی آداب کے ساتھ گشت کرتے ہیں۔ اور مست ہو کر بین بجاتے ہیں ان کا مڑنا اور فوجی قواعد کو مدنظر رکھنا ایک دلفریب نقشہ ہوتا ہے۔

کچھ اور قسم کے گوّیے

ان کے علاوہ بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے پاس نہ بنسری ہوتی ہے۔ اور نہ موسیقی کا ساز۔ بلکہ ان کے پاس شیشے کے ہوتے ہیں۔ اور اپنی انگلیوں سے اس میں ایک نغمہ پیدا کرتے ہیں۔ یہ آواز ایسی سریلی اور مرتب ہوتی ہے۔ کہ سننے والے کو حیرت ہوتی ہے۔ بعض معمولی منہ سے بجانے والا باجہ جو ہمارے یہاں بچے بجانے کے لئے خرید لیتے ہیں۔ رکھتے ہیں اور اسی سے کام چلا لیتے ہیں۔ اور بعض لوگ مخصوص قسم کے گیت گانے کے ماہر ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض ان میں سے پرانے گیت گاتے ہیں۔ اور پرانے فیشن کے لوگوں کو خوش کرتے ہیں۔

میں ایک مرتبہ ایک سیکنڈ ہینڈ کتابیں بیچنے والے کی دکان پر گیا یہ کوئی نوے برس کے قریب عمر کا بوڑھا تھا میں اکثر اس کی دکان سے کوئی نہ کوئی کتاب لے آیا کرتا تھا۔ اس کی ایک خادمہ جو اس کی رفیقہ زندگی تھی۔ بھی ایک بڑھیا تھی ایک روز جو میں گیا تو ایک عورت ایک سارنگی بجا رہی تھی۔ اور بڈھے میاں لطف اندوز ہو رہے تھے۔ مجھے ان کے لطف صحبت میں خلل انداز ہونے کا افسوس ہوا۔ اور میں نے معذرت کی۔ بڈھے میاں نے کہا:

مسٹر عرفانی یہ وکٹورین گیت گاتی ہے

یہ لوگ بڑے ہوشیار اور ذہین ہوتے ہیں وہ ہر شخص کے مذاق کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور یہ پتہ لگانے میں بھی ان کو خوب دسترس ہے۔ کہ جس مکان کے سامنے وہ گا رہے ہیں۔ آئرش ہے۔ یا سکاچ اور پھر وہ اسی قسم کے گیت گائیں گے۔ اور یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے ملک اور قوم کے گیتوں اور ترانوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اس طرح یہ لوگ خوب کماتے ہیں۔

دستکار گداگر

گداگروں کا ایک اور گروہ ہے یہ لوگ بید یا پٹھے کی بعض ضروری چیزیں روزمرہ کے استعمال کی بناتے ہیں۔ چھوٹی ٹوکریاں چھکو وغیرہ بنا کر رکھتے ہیں۔ اور سڑک کے ایک طرف اپنی نمائش کرتے ہیں۔ اور وہاں ہی ہاتھ سے اپنا کام ظاہر کرنا یہ مقصود ہوتا ہے۔ کہ ہم کام تو جانتے ہیں مگر مارکیٹ میں ہمارے کام کے لئے کوئی موقع نہیں اور کام ملتا نہیں۔ اس طرح پر آنے جانے والے انہیں صورت سوال دیکھ کر کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں۔ اور کبھی کبھار ان کے اس نمائشی سٹاک میں سے کوئی چیز معقول قیمت پر خرید لیتے ہیں۔

غرض

گداگری کے ان مہذب اور سنجیدہ طریقوں سے لنڈن کا کوئی پر رونق حصہ خالی نہیں۔ اور پیسے بٹورنے کا یہ انفرادی یا اجتماعی طریقہ ہر حالت میں نہایت کامیاب ہے۔ اور میں نے دیکھا ہے۔ کہ یہ لوگ نہایت آسانی کے ساتھ ایک معقول رقم روزانہ پیدا کر لیتے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھ سے انہیں چاندی اور تانبے کے سکے جمع کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ مثلاً ایک دن ایک شخص کے گانے کی آواز میرے کان میں آئی موسیقی بالطبع دل کش چیز ثابت ہوئی ہے۔ میں اپنی کھڑکی سے سر باہر نکالنے پر مجبور ہو گیا۔ دیکھتا ہوں کہ باوجودیکہ بارش ہو رہی ہے مگر ایک شخص نیم فوجی لباس پہنے ننگے سر بغیر کسی چھتری یا برساتی کے پانی میں شرابور مست جا رہا ہے۔ اور اپنے سُریلے ترانوں سے اہل محلہ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ وہ ایک امید افزا گیت گا رہا تھا۔ اور سننے والے اس کو ناامید نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے کھڑکیوں میں سے اس پر چاندی اور تانبے کے سکوں کی بارش ہو رہی تھی۔ میں بھی ۶؍ چھ آنی کا سکہ گرائے بغیر نہ رہ سکا۔

اسی طرح میں نے دیکھا۔ کہ سینٹ جارج ہسپتال کے سرے پر ایک فوجی سپاہی جس کی ٹانگ بیکار ہو گئی تھی شام کو صرف دو گھنٹہ کے لئے وہاں آتا اور اپنی پالتو کتیا کو ساتھ لیکر ایک سٹول پر بیٹھ جاتا اور دو گھنٹہ میں کم از کم سات آٹھ شلنگ لیکر چلتا ہوتا میں نے اس سے پوچھا سارجنٹ! آپ کی روزانہ آمدنی کیا ہوگی۔ اس نے ہنستے ہوئے مجھے کہا۔ میں چار گھنٹہ سے زیادہ کام نہیں کرتا۔ اور دس بارہ شلنگ کما لیتا ہوں۔ جو میرے اور میری پیاری کے لئے کافی ہیں۔

گدایان پس پردہ

یہ تو وہ گداگر ہیں جو پبلک میں آتے ہیں اور لوگ انہیں ملتے اور دیکھتے ہیں۔ ان کے سوا ایک اور جماعت ہے جس کو کوئی نہیں دیکھتا۔ یا کم از کم دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ ہاں کبھی کبھی سکاٹ لینڈ یارڈ کے خفیہ پولیس کے عملے کے لوگ ان کی سراغرسانی میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ یہ گداگری نہایت شاندار اور اعزازی رنگ رکھتی ہے۔ اس میں وضع وردی کی خاص شان نمایاں ہے۔ یہ کبھی کبھی میاں بیوی دونو گداگر ہوتے ہیں۔ اور کبھی دونوں میں سے کوئی ایک۔ یہ لوگ شہر کے مخیر اور متمول طبقے کے لوگوں کو نہایت ہی رحم آفرین خطوط لکھتے ہیں۔ ان کی مصائب کی داستان پتھر دل کو بھی موم کر دیتی ہے وہ اپنی مرفعہ الحالی کے بعد مختلف ابتلاؤں میں اسیر ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور بطور قرض مدد چاہتے ہیں۔ شریف اور نیک دل لوگ ایسے مصنوعی مصیبت زدہ لوگوں کی مدد سے دریغ نہیں کرتے اور کبھی کبھی یہ راز افشاء ہو جاتا ہے تو ایسے پردہ نشین فقیر پولیس کورٹ میں نمودار ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

کو بھی خدا تعالےٰ نے ابراہیم کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ پس تم سب روحانی طور پر اس ابراہیم کے بیٹے ہو۔ اگر تم اپنے اندر قربانی کی وہ روح پیدا کر لو۔ جو اسماعیل نے کی تھی۔ تو جس طرح اسماعیل کی قربانی قبول ہوئی۔ اسی طرح تمہاری قربانیاں بھی قبول ہونگی۔ اسماعیل اور ہاجرہ خدا کے لئے دنیا سے کٹ گئے۔ اس لئے خدا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ساری دنیا کو ان سے جوڑ دیا۔ پس قربانی کی یہ روح پیدا کرنے سے اگر تم دنیا سے کٹ جاؤ گے تو خدا کے لئے ساری دنیا تم سے وابستہ ہو جائیگی۔ پس چاہیئے کہ ہر مرد اسماعیل بنے اور ہر عورت ہاجرہ کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے ہاجرہ بنے۔ تب تم دیکھو گے کہ دنیا کتنی جلدی بدل جاتی ہے۔

اس کے بعد احباب ایک دوسرے سے گلے ملتے رہے۔ اور حضور سے مصافحہ کا شرف بھی حاصل کرتے رہے۔ قربانیاں تین یوم تک ہوتی رہیں۔ اس طرح یہ مبارک تقریب گزر گئی۔

جماعت احمدیہ دہلی کو نماز عید آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھائی

دہلی ۴؍ مارچ۔ بروز بدھ جماعت احمدیہ دہلی و شملہ نے نماز عید الضحیٰ حسب معمول روشن آرا باغ میں بہ اقتدا آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب ادا کی۔ احمدی خواتین بھی نماز میں شامل ہوئیں۔ جن کے لئے پردہ کا خاص انتظام تھا۔ آنریبل سر موصوف نے خطبہ عید میں فرمایا۔ کہ آج اسلام نے ہر مومن کے ہر قسم کی قربانی کی تجدید کا دن مقرر کیا ہے۔ یہ وہ دن ہے جبکہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے عزیز ترین قربانی اپنے خالق اور مالک کے حضور پیش کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے آپ کو تو پہلے ہی قربانی کے لئے پیش کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنی نسل کی قربانی بھی پیش کر دی۔ پس آج کے روز اس عظیم الشان قربانی کی یادگار میں خدا تعالےٰ نے ہر مومن کے لئے تجدید کا دن مقرر کیا ہے۔ تاکہ وہ ہر سال ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے عہد باندھے۔ یہ بکرے اور دنبے وغیرہ تو صرف اپنی عقیدت کے اظہار کی ظاہری علامت ہے۔ دراصل قربانی کرنے والا یہ پیش کرتا ہے۔ کہ جو کچھ بھی میرے پاس ہے۔ وہ سب خدا کی راہ میں قربان ہے۔ جان و مال حتیٰ کہ اپنی ساری نسل۔ سر موصوف نے موجودہ حالات کے پیش نظر فرمایا ہر احمدی کو ہر قسم کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ جو کچھ وہ پیش کرتا ہے وہ اس امر کا اظہار ہے کہ وہ باقی سب کچھ قربان کر دے گا۔ اگر اس سے مطالبہ کیا جائے۔

(الفضل)

مقبرہ بہشتی کے ضروری اعلانات

(۱) الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ہر موصی کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ وہ اپنی وصیت کو دو اخباروں میں شائع کرائے۔ اس کے متعلق میں نے موصی صاحبان کو توجہ دلائی تھی۔ جس پر بعض نے توجہ کی ہے۔ اور ابھی بہتوں نے توجہ نہیں کی۔ حضرت اقدس کے ارشاد کی تعمیل ضروری ہے۔ جن موصیوں کی وصیت اخباروں میں ابھی تک نہیں چھپی۔ وہ جلد شائع کرا دیں۔ قانونی لحاظ سے بھی یہ ضروری ہے۔

(۲) گذشتہ مشاورۃ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فیصلہ فرمایا تھا۔ کہ جن موصیوں نے صرف جائیداد کی وصیت کی ہوئی ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ حصہ آمد کی بھی وصیت کریں۔ میں اس کی نسبت پہلے بھی اطلاع دے چکا ہوں۔ کہ جو موصی حصہ آمد کی وصیت نہیں کریں گے انکی وصیتیں منسوخی کے لئے مجلس میں پیش کر دی جائینگی۔ مگر اس طرف موصیوں نے توجہ نہیں کی۔ لہٰذا پھر توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ جلد سے جلد حصہ آمد کی وصیتیں کر کے بھیج دیں۔

(سکرٹری بہشتی مقبرہ ۲۹؍۲؍۳۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ

حضرت سائیں امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ (مجذوب) سکنہ نوشہرہ ککے زئیاں کے حالات

(۲)

پھر کچھ عرصہ بعد ہم تو ملازمت کے لئے باہر نکل گئے۔ سائیں صاحب بہت عرصے تک حالت سلوک میں رہے۔ مجذوبیت کی حالت ان پر ابھی طاری نہیں ہوئی تھی۔ اللہ کی شان ہے۔ کہ جب وہ مجذوب ہو گئے۔ تو انہیں نہ اپنے بدن کی خبر رہی اور نہ کپڑوں کی ہوش۔ مستانہ وار پھرتے رہتے تھے۔ بھوک پیاس کی کچھ احتیاج نہ تھی۔ کئی دفعہ دیکھا گیا۔ کہ وہ چلتے چلتے ٹھہر گئے ہیں۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے باآواز بلند سبوحٌ قدوسٌ ربنا و رب الملائکۃ والروح۔ کہ کر چل پڑتے۔ مگر جب کبھی ہم سے ملتے۔ تو باہوش ہو کر خیریت دریافت فرماتے۔ چائے پینے کا آپ کو بہت شوق تھا۔ ان کے چہرے پر کبھی ملال کا رنگ نہیں دکھا گیا۔ جب ملتے تو خندہ پیشانی سے ہنس کر بات کرتے۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ کریم امام الدین مرحوم کو قرب رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے درجات بلند کرے۔ جس کی سعی بلیغ سے ہمیں یہ نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی۔ اللّٰھم آمین۔

ذیل کے واقعات میرے ایک عزیز بابو عبدالرحمٰن صاحب احمدی نے چشم دید درج کرنے کے لئے عطا فرمائے ہیں۔

(اول) میرا بڑا بھائی بابو محمد شفیع صاحب احمدی دسویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ امتحان قریب آگیا۔ تو ایک دن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ محمد شفیع گھر پر پڑھ رہا تھا اور ان کے سامنے نقشہ لٹک رہا تھا۔ تو سائیں امام الدین صاحب تشریف لے آئے۔ محمد شفیع نے جھٹ پٹ ان کی خاطر و مدارات شروع کر دی۔ اور التجا کی۔ کہ میری کامیابی کے لئے دعا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ تو سب مضمون میں اول رہیگا۔ لیکن یہ جو سامنے نقشہ لٹک رہا ہے۔ اس میں تو کامیاب نہیں ہوگا۔ چنانچہ ویسا ہی ظہور میں آیا۔ یعنی میرا بھائی تاریخ جغرافیہ میں فیل ہو گیا۔

(دوئم) ہمارے ایک بھائی بابو کرم الٰہی صاحب اسٹیشن ماسٹر کا صاحبزادہ محمد شفیع تھا۔ اس نے سائیں امام الدین صاحب کو رات بھر اپنے گھر رکھا۔ اور اس کی خوب خاطر تواضع کی۔ اور صبح اسے بیس پچیس روپے کا ایک عمدہ دوشالہ دیا۔ جسے وہ لیکر چلا گیا اگلے دن جب واپس آیا۔ تو دوشالہ ندارد۔ پھر ویسی پرانی گودڑی پہنی ہوئی۔

ذیل کے واقعات ہمارے امیر جماعت احمدیہ حلقہ پسرور جناب ابو محمد عبد اللہ صاحب سکنہ نکھوہ باجوہ نے نہایت مہربانی فرما کر عطا فرمائے ہیں جو میں درج ذیل کرتا ہوں

سائیں امام الدین میرا بہت ہی پرانا دوست تھا۔ اور اسکو احمدیت کی وجہ سے مجھ سے بہت ہی محبت تھی۔ وہ اکثر آکر مجھے ملا کرتے تھے۔ ایک واقعہ تو ان کی ہوش کے وقت کا ہے۔ اور دوسرا ان کی مجذوبیت کے وقت کا ہے۔ وہ جب کبھی آیا کرتا تھا۔ تو ہمیشہ سلسلہ کے متعلق ہی بات چیت کیا کرتا تھا۔ اس کی حالت سلوک کا یہ واقعہ ہے۔ کہ ہم دونو کلاس والا میں گئے۔ اور بازار میں ایک ہندو کی دوکان پر بیٹھ گئے۔ ہندو مسلمان کے مذہب کے متعلق بات چیت شروع ہو گئی۔ ہماری طرف سے سائیں امام دین بات چیت کرنے لگا۔ اور اس نے ہندو پارٹی کو بالکل لاجواب کر دیا۔ تو پھر بڑی خوشی سے بازار کے بیچ میں کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا۔ انا نحن الغالبون

حالت مجذوبیت کا واقعہ۔

ایک دفعہ ہمارے گاؤں میں آیا۔ اور مسجد کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر میرے بڑے بیٹے چوہدری محمد اسماعیل صاحب کو بلا کر پوچھا۔ کہ تمہارے والد صاحب کہاں ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ وہ ہل لیکر گئے ہوئے ہیں۔ فرمایا ابھی جاؤ اور انہیں بلا کر لاؤ۔ غرض جب میں آیا۔ تو دیکھا۔ کہ سائیں صاحب کے کپڑے سب کیچڑ اور پانی سے لت پت ہو رہے ہیں۔ پوچھا یہ کیا بات ہے۔ کہنے لگے میں آج ڈیک کی ملاقات کو گیا تھا۔ کنارے پر کھڑے ہو کر ڈیک کو کہا۔ کہ آؤ مل لو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ ایسے نہیں مل سکتے۔ تب امام الدین نے کہا۔ اچھا تو ہم خود ملتے ہیں۔ جھٹ ڈیک میں گھس کر ملاقات کر لی۔

ان کی زندگی کی کچھ اور باتیں بھی ہیں۔ جو کسی دوسری قسط میں انشاء اللہ روانہ کر دونگا۔ والسلام

خادم ماسٹر عبد العزیز احمدی۔ نوشہرہ ککے زئیاں
بقلم خود ۱۰-۲-۳۶

مسجد اقصیٰ کے مینار کو دیکھ کر

خیال آیا:-

شان ارفع دیکھتے ہی قامت مینار کی
ہوگئی بالا بلندی پست قد یار کی

(حسن رہتاسی)

نیشنل لیگ لاہور کی اہم قراردادیں

نیشنل لیگ لاہور کا ایک غیر معمولی اجلاس ۱۱ فروری کو زیر صدارت جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب ایم۔ ایل۔ سی صدر نیشنل لیگ لاہور منعقد ہوا۔ جس میں باتفاق رائے مندرجہ ذیل قرار دادیں پاس کی گئیں۔

(۱) عملہ ڈاکخانہ قادیان نے جو رویہ احمدی پبلک قادیان کے متعلق اختیار کر رکھا ہے۔ وہ نہایت ہی تکلیف دہ ہے۔ یہ اجلاس محکمہ ڈاک کے افسران سے پر زور مطالبہ کرتا ہے۔ کہ ان تمام شکایات کے متعلق جو اخبار "الفضل" میں وقتاً فوقتاً عملہ کے متعلق شائع ہوتی رہتی ہیں۔ تحقیقات کر کے قصوروار عملہ والوں کو قرار واقعی سزا دے۔

(۲) یہ اجلاس پڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ کے احمدی بھائیوں کے ساتھ نہایت درجہ ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور غیر احمدیوں نے جو ظالمانہ سلوک ان سے روا رکھا ہے۔ اس کی پرزور مذمت کرتا ہے اور حکام ضلع سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ مظلومین کی داد رسی کی جائے۔

(۳) قرار پایا۔ کہ "مذہبی ڈاکو" جیسی گندی غلیظ اور دل آزار کتاب کو ابھی تک ضبط کرنے میں حکومت نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں سخت کوتاہی کا ثبوت دیا ہے۔ اس وجہ سے ہم محترم صدر صاحب آل انڈیا نیشنل لیگ لاہور کی خدمت میں نہایت زور سے گذارش کرتے ہیں۔ کہ چونکہ آب از سر گذشت والا معاملہ ہو چکا ہے اس لئے ہم کو کسی عملی قدم اٹھانے کی اجازت دی جائے۔

(۴) یہ جلسہ حکومت پنجاب کو توجہ دلاتا ہے۔ کہ احرار جماعت احمدیہ کے مقدس مذہبی مرکز میں اپنی گذشتہ سال کی شرارتوں کا اعادہ کر رہے ہیں۔ لیکن افسران متعلقہ خاموش ہیں۔ ان کی یہ صریح بے انصافی اور غفلت بہت بڑے فتنہ کا پیش خیمہ ہوگی۔ حکومت کو چاہیئے۔ کہ خطرناک صورت حال کے پیدا ہونے سے پیشتر انسدادی تدابیر عمل میں لائے۔

(۵) قرار پایا۔ کہ یہ اجلاس صدر صاحب آل انڈیا نیشنل لیگ کو یقین دلاتا ہے۔ کہ سلسلہ کے ناموس کی خاطر ہم ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہیں۔

(۶) قرار پایا۔ کہ ان قرار دادوں کی نقول اخبار "الفضل" "الحکم" "فاروق" صدر صاحب آل انڈیا نیشنل لیگ۔ گورنمنٹ پنجاب۔ اور ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ کو بھیجی جائیں۔

(سیکرٹری نیشنل لیگ لاہور)

درخواست دعا

میرے دوست مسٹر عبد المجید صاحب عاجز شملوی عنقریب آرسنل کے ایک امتحان میں شامل ہونے والے ہیں میں ان کی کامیابی کے لئے تمام احباب سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ (سید عبد الباسط از قادیان)

مکتوبات احمدیہ

الحکم نے خدا تعالے کے فضل سے اس سلسلہ میں بھی گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور سینکڑوں مکتوبات کو محفوظ کر دیا ہے۔ اسی سلسلہ میں بعض خطوط ہم نے خانصاحب عبد المجید خاں صاحب آف کپورتھلہ کے نام کے بعض مکتوبات قبل ازیں ہم شائع کر چکے ہیں۔ خان صاحب کے والد بزرگوار حضرت خان محمد خان صاحب مرحوم رضی اللہ تعالے عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی تھے۔ خان عبد المجید خان صاحب کو بھی یہ رنگِ محبت ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہ اکثر دعاؤں وغیرہ کے لئے خطوط لکھا کرتے تھے۔ حضرت اقدس بعض اوقات حضرت مفتی محمد صادق صاحب قبلہ یا کسی بزرگ سے جواب لکھوا دیا کرتے تھے۔ مگر خان عبد المجید خان صاحب کی یہ عادت تھی کہ جب تک وہ حضرت اقدس کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط نہ جائے اسوقت تک یہی خیال کرتے تھے۔ کہ میرے خط کا جواب نہیں آیا۔ چنانچہ ایک آدھ دفعہ خان صاحب نے حضرت اقدس سے اس امر کی شکایت بھی کر دی۔ اسی پر لطیف مکتوب حضرت مفتی صاحب نے جو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرائیویٹ سکرٹری کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ایک خط لکھا۔ جو قارئین کے ازدیادِ ایمان کے لئے درج اخبار کرتا ہوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔

مخدومی مکرمی خان صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج آپ کا خط مجھے ملا۔ جس میں آپ تاکید فرماتے ہیں۔ کہ حضرت کے نام جو آپ کا خط ہو اس کا جواب آپ سوائے حضرت کے اور کسی کے ہاتھ سے نہیں چاہتے۔ ساتھ حضرت نے آج مجھ سے دریافت فرمایا ہے۔ کہ عبد المجید صاحب کے خطوط کا جواب کیوں نہیں دیا جاتا!۔

میں تعجب کرتا ہوں۔ کہ حضرت کے نام آپ کے خطوط کا جواب فوراً دیا جاتا ہے۔ اور عموماً میں خود لکھتا ہوں۔ بلکہ حضرت کی تحریر بھی آپ کو روانہ کرتا ہوں پھر بھی آپ نے حضور کو ایسے الفاظ لکھے ہیں جن سے حضور کو یہ خیال ہوا ہے۔ کہ گویا آپ کو خطوط کا جواب ہی نہیں دیا جاتا۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ بوضاحت لکھتے کہ میرے خطوط کا جواب حضور کی طرف سے بہ دستخط محمد صادق پہنچتا ہے۔ مگر مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

اور اب بھی آپ حضرت کو اطلاع کر دیں۔ اور کھول کر اب رہی یہ بات کہ ہم آپ کے خطوط کا جواب لکھا کریں یا نہ لکھا کریں۔ سو اس کے متعلق یہ گذارش ہے۔ کہ مجھے آپ کا حکم ماننے میں کبھی تامل نہ ہوتا۔ مگر میں حضور علیہ السلام کے حکم سے مجبور ہوں۔ مجھے جب حکم ہوتا ہے کہ میں ایک خط کا جواب لکھوں۔ تو وہ تو وہ مجھے ضرور لکھنا پڑتا ہے۔ خواہ کسی کو پسند ہو یا ناپسند۔ اس کا خیال نہیں۔ اطاعت حکم سے مطلب ہے۔ آج حضور نے مجھے حکم دیا۔ کہ اس کا جواب لکھو۔ میرے عرض کرنے پر پھر فرمایا۔ کہ بیچارہ میں بھی لکھوں گا۔ مگر آپ بھی لکھو۔ فرمائیے اب میں کیا کروں۔ اللہ تعالے کا فضل آپ کے شامل حال ہو۔ والسلام۔ خادم محمد صادق عفی اللہ عنہ۔ قادیان ۳ مئی ۷ء

اس واقعہ سے محبت اور اطاعت کے گراں قدر جذبے کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

الغرض

آج کی اشاعت میں پھر خان صاحب کے بعض خطوط اور ان کے جوابات شائع کرتا ہوں۔ تاکہ حضرت اقدس کے گرامی نامہ کا شان نزول بھی معلوم ہو سکے۔ (ایڈیٹر)

خان صاحب عبد المجید خانصاحب کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
از کپورتھلہ ۔ ۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء

جناب عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور! عاجز کئی ایک عریضہ جات خدمت بابرکت میں گذارش کر چکا ہے۔ مگر اس وقت تک کوئی جواب غلام کو نہیں ملا۔ اس صورت میں طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے اس لئے بار بار تکلیف دی جاتی ہے۔ یہاں پلیگ بڑی سخت ہے۔ حضور ہمارے لئے دعا فرمادیں۔ بارگاہِ الٰہی میں محض حضور کے تعلق کو جتا جتا کر دعا کی جاتی ہے۔ ورنہ ہماری روحانی حالت بہت گندی ہے۔

حضور کے جواب کا منتظر،

حضور کا غلام ؛

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مکتوب مبارک

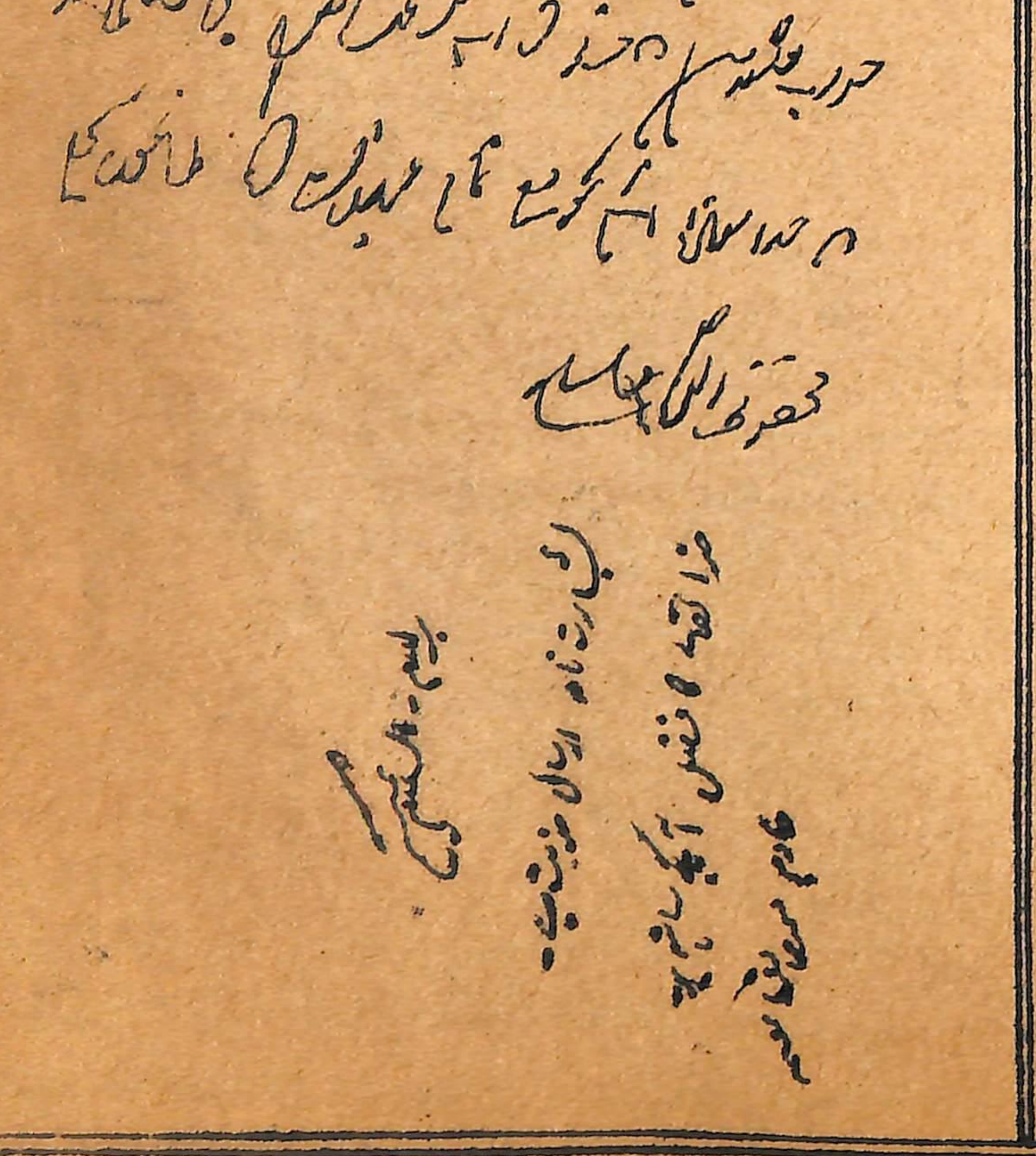

السلام علیکم

[illegible]

[illegible]

[illegible] والسلام

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

از کپورتھلہ ۔ ۱۶؍ مارچ ۱۹۰۸ء

جناب عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عاجز اپنے چھوٹے بھائی عزیز بشیر احمدؐ کو سہارنپور کے کالج متعلقہ باغات کی اور سیر کلاس میں داخل کرنا چاہتا ہے ۔ مگر بجز حضور کی اجازت حاصل کئے اور اس کے داخلہ کے قبل دعا کرائے بغیر میں ہرگز اس کو وہاں پر بھیج نہیں سکتا ۔ اجازت حاصل کرنے کے واسطے ایک عریضہ بذریعہ ڈاک گذارش کر چکا ہوں ۔ جسکا جواب عاجز کو موصول نہیں ہوا ۔ اور اگر حضور اجازت دیدیں تو وقت داخلہ تھوڑا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ بذریعہ عریضہ دستی اجازت کی درخواست کی جائے ۔ و دعا کے لئے خواستگار ہوں ۔ چنانچہ حامل عریضہ ہذا کو حضور کی خدمت میں بھیجتا ہوں ۔ کہ کالج مذکور میں سہ سالہ پڑھائی ہے ۔ اور گورنمنٹ ملازمت دینے کی ذمہ وار ہے ۔ اور جو تعلیم پوری کر کے ملازمت کریں انکو گورنمنٹ ابتدائی تنخواہ ۵۰ روپے کے قریب دیگی ۔ کالج نیا ہے شروع میں وظیفہ بھی پڑھائی کیلئے سرکار سے قریباً کل لڑکوں کو ملتا ہے ۔ اگر حضور پسند فرماویں تو اجازت دیدیں ۔ اور دعا فرما کر فخر بخشیں تاکہ عزیز بشیر احمد کے داخل کرانے کا جلد انتظام کرایا جاوے ۔ ورنہ جیسا حکم ہو کیا جاوے ۔ حضور کے جواب باصواب کا منتظر عاجز غلام ۔ بندہ عبد المجید نائب مہتمم

(حضور میں اپنے آپکو بڑا خوش قسمت سمجھوں ۔ اگر حضور کسی چیز کے لئے حکم کریں جو کہ اس حال کو بھی جب قادیان حاضر ہوں ہمراہ لیتا آؤں ۔ عاجز غلام ۔ بندہ عبد المجید)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکا [illegible] [illegible] اللہ

[illegible] اس وقت جواب

[illegible]

[illegible] توکل علی اللہ [illegible] اشارہ

[illegible] دعا کروں گا [illegible]

[illegible] محمد احمد

الحمد للہ [illegible]

حررہ [illegible] دعا

مستغنی [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔

از کپورتھلہ ۔ ۱۴؍ فروری ۱۹۰۹ء

جناب عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور کی علالت طبع کا سنکر دل کو صدمہ ہوا ۔ خدا تعالیٰ جلد صحت کلی عطا فرماوے ۔ حضور جان ہیں اور کل جہان جسم ہے ۔ حضور کی بیماری کی خبر سخت بے چینی کا موجب ہوئی ہے ۔ حضور جوابی ڈاک سے اپنی صحت سے اطلاع بخشیں ۔ اس معاملہ میں جس کے لئے حضور نے توجہ فرمائی تھی ۔ وہ اب درست ہوتا معلوم ہوتا ہے یعنی صاحب بہادر نے جو استعفاء دیا تھا ۔ وہ اب واپس لینے کے قریب ہیں ۔ حضور کی خدمت میں بطور یاد دہانی بعد عجز التماس ہے کہ حضور دعا فرماویں ۔ کہ سرکار حضور اندر دام اقبالہٗ یعنی مہاراجہ صاحب بہادر کے دل میں نرمی پیدا ہو ۔ اور وہ صاحب بہادر کی دلجوئی کر دیں ۔ اتنے میں صاحب خوشی ہو جاویں گے اور کام بدستور جاری رہے گا ۔

صاحب بہادر کی میم حضور کی خدمت میں بعد عجز دعا کے لئے التماس کرتی ہیں ۔ خود حاضر ہونے کو تیار ہیں ۔ مگر حالات موجودہ اجازت نہیں دیتے ۔ بعد میں وہ اس معاملہ میں کوشش کریں گے

حضور کے جواب کا منتظر ۔ عاجز غلام

بندہ عبد المجید نائب مہتمم

مکرم خاں صاحب ۔ السلام علیکم ۔ حضور جب آپکے واسطے دعا فرمائینگے تو تمام مشکلات خود ہی حل ہو جائینگی ۔ آپکے [illegible] خط پہنچ کر [illegible] دعا کی ہے ۔ مگر حضرت اقدس کی دعا کے بعد کسی کی دعا کی ضرورت نہیں ۔ مگر حضور کے جواب [illegible] اپنی تکلیف کو [illegible] اطلاع کیا کریں ۔ [illegible]

قابل توجہ موصیاں

(۱) الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر موصی کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اپنی وصیت کو زندگی میں اخباروں میں شائع کرا دے ۔ اس کے متعلق میں نے موصی صاحبان کو توجہ دلائی تھی جس پر بعض نے توجہ کی ہے ۔ اور ابھی بہتوں نے توجہ نہیں کی ۔ حضرت اقدس کے ارشاد کی تعمیل ضروری ہے ۔ جن موصیوں کی وصیت اخباروں میں ابھی تک نہیں چھپی وہ جلد شائع کرا دیں ۔ تا قانونی لحاظ سے بھی یہ ضروری ہے ۔

(۲) گذشتہ مشاورۃ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فیصلہ فرمایا تھا ۔ کہ جن موصیوں نے صرف جائیداد کی وصیت کی ہوئی ہے ۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حصہ آمد کی بھی وصیت کریں ۔ میں اس کی نسبت پہلے بھی اطلاع دے چکا ہوں ۔ کہ جو موصی حصہ آمد کی وصیت نہیں کریں گے ۔ ان کی وصیتیں منسوخی کے لئے مجلس معتمدین میں پیش کر دی جائیں گی ۔ مگر اس طرف موصیوں نے توجہ نہیں کی ۔ لہٰذا پھر توجہ دلائی جاتی ہے کہ جلد سے جلد حصہ آمد کی وصیتیں کر کے بھجوا دیں ۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

لبی اخویم میاں عبد المجید خاں صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا ۔ میری طبیعت کئی دنوں سے بہت علیل ہو رہی ہے ۔ اپنے ہاتھ سے خط لکھنے کی طاقت نہیں ۔ لیکن بوجہ آپ کے تردد کے یہ خط میں نے اپنے لکھ کر لکھوایا ہے ۔ باقی سب خیریت ہے ۔ میری علالت کی وجہ سے جواب لکھنے میں تاخیر ہو گئی ۔

خود کنی و خود کنانی کار را
خود تو رونق دہی آں بازار را

(از قلم صوفی فضل الٰہی صاحب احمدی. بمبئی والے)

گزشتہ سے پیوستہ

خاکسار کا قبل کے مضمون میں امیر امان اللہ خاں سے دنیاداروں کی محبت کا ذکر کرنا غور و فکر کرنے والے سعید فطرت انسانوں کے لئے ازدیاد ایمان و محبت اور ہمدردی کے باعث اور خداتعالےٰ اور اس کے مامورین کے منکرین کی محبت و ہمدردی کی حقیقت کے دکھلانے کے لئے تھا۔ اور پھر خداتعالےٰ اور ...... اس کی عام مخلوق خصوصاً نوع انسان کو بلا طمع و لالچ اور بلا تمیز لیاقت و مرتبت محبت و الفت پیدا کرنے کے لئے بطور یاد دہانی کے تھا۔

میں نے خوب غور سے مطالعہ کیا۔ اور بار بار مطالعہ کیا۔ اس گہرے مطالعہ کے بعد مجھے میری ضمیر نے اس نتیجہ پر پہنچایا۔ کہ زمانہ حال میں اگر کوئی جماعت بے لوث اور بے غرض محبت و الفت کرنے والی ہو سکتی ہے۔ تو وہ زمانہ حال کے مامور من اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کی جماعت ہی ہو سکتی ہے۔

دنیاداروں یا دوسرے معنوں میں خداتعالیٰ کے مامور کے منکرین نے امیر امان اللہ خاں کی محبت و ہمدردی کو چھوڑا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کے دلوں میں امیر امان اللہ خاں کے لئے وہی جذبات ہمدردانہ موجود ہیں اور رہنے گے ہیں یہ اس لئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کی محبت کسی لیاقت و مرتبت کی خاطر نہ تھی بلکہ امیر امان اللہ خاں کو اللہ تعالےٰ کی مخلوق کا ایک فرد سمجھتے ہوئے تھی۔

امیر امان اللہ خاں گو اب بادشاہ نہیں ہیں۔ لیکن خداتعالےٰ کی مخلوق کا ایک فرد ضرور ہیں۔ یہ بے لوث اور بے غرض محبت و ہمدردی بغیر خداتعالےٰ کے مامور کے ماننے کے ہرگز ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔

وہ انسان جو خداتعالےٰ کے مامور کے منکر ہوں جو نوع انسان کا سچا اور حقیقی ہمدرد اور محبت و الفت کا حقیقی مرکز ہوتا ہے وہ انسان کیسے کسی سے بے لوث و بے غرض محبت و ہمدردی کر سکتے ہیں جا ہرگز نہیں۔ جب سچے ہمدرد اور محب سے عداوت اور بغض ہو سکتا ہے۔ تو پھر عام انسانوں سے امکان بغض اور عداوت یقینی ہے۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

سعید فطرت انسانوں کے لئے چھوٹی سے چھوٹی بات اور چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی خداتعالیٰ سے محبت اور اس کے بندوں سے اور پھر عام مخلوق سے ہمدردی و الفت پیدا کرنے کے لئے ایک ذریعہ اور سبب ہو سکتا ہے۔

سُنا گیا ہے۔ کہ حضرت گوتم بدھ نے بوڑھے بیمار اور مردے کو دیکھنے پر خداتعالےٰ اور اس کے بندوں اور پھر عام مخلوق خدا سے محبت پیدا کرنے کی راہ اختیار کی۔ جن راہوں سے داخل ہو کر گوتم بدھ خداتعالےٰ اور اسکی مخلوق سے محبت و ہمدردی کرنے میں شہرۂ آفاق اور کامیاب و کامگار ہوا۔ اور غیر فانی زندگی کا وارث بنا یا گیا۔ وہ ایسی راہیں ہیں۔ کہ ہر آن اور ہر وقت بلاتمیز زمانہ بلا رنگ و ملک پورے اور صاف طور سے جوان۔ بوڑھے۔ عالم اور جاہل فلاسفر اور سائنس دان سب کے لئے یکساں کھلی ہوئی ہیں۔ لیکن ان راہوں سے داخل ہو کر بے لوث و بے طمع محبت و ہمدردی اپنے اندر پیدا کرنے والے شاذ و نادر ہی دیکھے گئے ہیں۔ یقیناً خداتعالیٰ نے اپنی قدرت اور رحمت سے ان راہوں کو انسان کے بے جا کبر و غرور توڑنے اور محبت و ہمدردی پیدا کرنے کے لئے ظاہر کرتے ہوئے انسان کو ؎

خود کنی و خود کنانی کار را
خود تو رونق دہی آں بازار را

کا ایک پُر معارف مضمون سُنایا ہے۔

روحی فداہ سردار انبیاء مکی و مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے خداتعالےٰ اور اس کی مخلوق سے محبت و الفت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ موت کو یاد کرنا بتلایا ہے دراصل موت کو یاد کرنے پر ہر ایک انسان باقی دو راہوں یعنے بوڑھاپے اور بیماری کے خوفناک و المناک نظاروں کو آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔ دراصل موت کو یاد کرنا بیماری اور بوڑھاپے کو ہی یاد کرنا ہے

عام طور پر یہ دو حالتیں ہی موت کا پیغام دیتی ہیں اور موت کو قریب کر دیتی ہیں۔ بیماری اور بڑھاپے کے حالات زندوں کو مردہ بنا دیتے ہیں۔

یہ سب حالات خاکسار کی ظاہری آنکھ اور دل و دماغ نے بارہا دیکھے۔ اور جو کچھ لکھا جا رہا ہے یہی بارہا کئی امیروں اور کئی غریبوں ناداروں اچھے بُرے انسانوں کو سنایا جاتا رہا ہے۔

جن لوگوں نے مجھ سے خداتعالےٰ اور اس کے مامورین سے اور پھر خداتعالیٰ کی عام مخلوق سے محبت و الفت کی باتیں سنیں۔ ان میں سے بہت اس دنیائے فانی میں نہیں دیکھے جاتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

؎ "برست آنکہ بر موت دارد نگاہ"

یعنی دنیا کے رنج و غم سے وہی نجات پا سکتا ہے جس نے موت پر نظر رکھی۔ بڑھاپے کی بیکسی کو یاد دلانے کے لئے کچھ ذکر کئے دیتا ہوں۔ موت کی مجبوری اور بیکسی میں تو کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ بمبئی کے زمانہ قیام میں ایک بوڑھا لاکھ پتی مجھ سے روزانہ دیوان حافظ اور رباعیات عمرِ خیام سنا کرتا تھا۔ دیکھا جایا کرتا۔ کہ باوجود اس کے کہ وہ ایک لاکھ پتی انسان ہے۔ نہ بیوی کو اس کی آواز کی طرف توجہ ہے۔ اور نہ ہی بچوں کو اس کی گفتگو میں پسندیدگی اور نہ اُس کے ملازموں کو اس کی چیخ و پکار پر رغبت۔ اگر ملازم پاس کے بچے اپنی ماں سے کہتے کہ اماں جی آپ کو سیٹھ صاحب بلا رہے ہیں تو وہ بچوں یا ملازموں کو جواب میں کہتی کہ سیٹھ کو تو بڑھاپے نے پاگل کر دیا ہے۔ اگر پاگل نہ ہوتا تو فارسی کیسے پڑھتا اور سُنتا۔

ایک اور لاکھ پتی بوڑھے کو دیکھا گیا۔ کہ جس کے گھر میں خاکسار کا عموماً آنا جانا تھا۔ اس کو مذہبی گفتگو سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس کی ماہوار آمدن پانچ چھ ہزار روپیہ کے قریب تھی۔ باہر کے لوگ تو اسکو بڑا دانا تجربہ کار سمجھتے۔ لیکن گھر میں بیوی بیٹے بیٹیاں اور ملازم سب کے سب کہتے کہ سیٹھ صاحب کا مغز پھر گیا ہے۔ پھل کھانے کا اسے بڑا شوق تھا۔ روزانہ کئی قسم کے پھل منگواتا چونکہ خاکسار کے ساتھ اس کو ایک حد تک مشغلہ کے طور لگاؤ تھا۔ بیوی بچوں کا لحاظ رکھتے ہوئے میرے لئے بھی کچھ پھل رکھ چھوڑتا۔ جب میں آتا تو ملازم کو کہتا کہ جاؤ بائی جی سے مولوی کے لئے فلاں فلاں پھل لاؤ۔ لیکن پھر ملازم بائی جی سے واپس نہ آتے پھر مجھے کہتا کہ آپ فلاں ملازم کو بلائیں۔ پھر میں بلاتا۔ تو ملازم کہتا۔ کہ ہم بائی جی کے کام میں ہیں۔ غرض بڑی چیخ و پکار کے بعد بائی جی زنانہ دروازے پر آتیں اور جواب دیتیں کہ پھل تو تھوڑے سے ہی ہیں۔ پھر تم مانگو گے تو تمہیں کیا دیا جائیگا۔ تمہارا مغز اب ٹھکانے پر نہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا۔ کہ گھر کے لوگوں کے خوف سے بیٹھک میں ہی میرے لئے پھل وغیرہ رکھ چھوڑتا بیچارہ مجبور تھا۔ اور یہ مجبوری بڑھاپے کا عبرت آموز پیغام تھا۔

لمبی بیماری میں بڑھاپے سے زیادہ خوفناک حالات پیدا ہوتے ہیں۔ بڑھاپا اور بیماری یہ دو راہیں ایسی ہیں کہ چار و ناچار ہر ایک کو ان میں داخل ہونا ہے۔ ان دو راہوں سے گزرنے پر بڑے سے بڑے ظالم اور سخت سے سخت انسان کی بھی شیخی اور اکڑ بازی مظاہرہ سرمایہ داری اور علم و فلسفہ خاک میں مل جاتا ہے۔ مبارک ہے وہ انسان اور صاحب قسمت ہے وہ انسان جو بڑھاپے بیماری اور موت کی راہوں میں داخل ہونے سے قبل خداتعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس سرکش کی شیخی اور بے جا اکڑ بازی کو خاک میں ملا دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

الا اے کہ ہشیاری و پاک راز
پئے حرص دنیا مدہ دیں ببار
بدیں دار فانی دل خود مبند
کہ دارد نہاں را خلش صد گزند
اگر باز باشد ترا گوش ہوش
ز گورت ندائے در آید بگوش
کہ اے طعمۂ من پس از چند روز
پئے فکر دنیائے دوں کم بسوز ح

پھر اسی طرح آپ نے فرمایا ؎ اے لوگو عیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں * کیا تم کو خوف مرگ و خیال فنا نہیں ۔ والسلام ملاقی آئندہ / طالب دعا صوفی نزیل دار الامان ۔

۲۶ مئی ۱۹۳۶ء کو الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے۔ جبکہ خدا تعالے کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابی کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں ۲۶ مئی کو الحکم کا ایک خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں ——— بشرطیکہ اس کی

پانچ ہزار کاپیوں کی اشاعت

کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ میں صرف پچاس محبانِ مسیح موعود علیہ السلام کو پکارتا ہوں۔ کہ وہ ایک ایک سو کاپی لے کر تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر الحکم کے پورے ۴۰ صفحے پر شائع ہوگا۔ اس میں اوّل سے لیکر آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت۔ سیرت اور شکار ناموں کا ذکر ہوگا۔ سَو کاپی کے خریداروں کو ساڑھے بارہ روپے فی سینکڑہ کے حساب سے دیا جائیگا۔ ایک کاپی کی قیمت چار آنے ہوگی۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دینگے۔ جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکے۔ اگر پانچ ہزار کاپی پوری نہ ہو سکی۔ تو میں نہایت افسوس کے ساتھ اس اشاعت کو ملتوی کر دونگا۔ اس لئے مارچ کے آخر تک اس تعداد کو پورا کر دیا جائے۔

——— میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

خاکسار ——— ——— عرفانی

مشاہدات عرفانی

یعنے

ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلادِ اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے

نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لیکر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار۔ اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگیگا کہ قعرِ ذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔

ہر مقام اور شہر میں جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات تاریخ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں۔

مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشو و نما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے

قیمت جلد اوّل دو روپے آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہو گئی۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں۔ جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے

——— پہلے نمبر میں ———

حضرت سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔ اور

——— دوسرے نمبر میں ———

حضرت چوہدری رستم علی خاں رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔ اور

——— چوتھے نمبر میں ———

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام مکتوبات ہیں

اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سر دست ——— ایک روپیہ ہے

لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جائیگی۔ تو قیمت نصف کر دی جائے گی۔

تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ جلد منگوالیں!

ملنے کا پتہ:۔ منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

بلا اپریشن موتیابند دُور

کون نہیں جانتا۔ کہ موتیابند کی بیماری بہت موذی مرض ہوتی ہے۔ اس بیماری میں کئی سال تک پانی پکنے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ تاکہ اپریشن کروایا جا سکے۔ اس لمبے انتظار کے بعد اگر اپریشن درست ہوا۔ تو آنکھیں دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ اور اگر ذرا کوئی نقص رہ گیا۔ تو ساری عمر کے لئے آنکھیں مصیبت بن جاتی ہیں۔

نیز بنی ہوئی آنکھیں بھی اکثر جلن یا دھندلاپن۔ یا ڈِلیوں کی درد کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ان سب مرضوں کے لئے اور خاص طور پر موتیابند بغیر اپریشن کے اچھا کرنے کے لئے سالہا سال کے تجربہ کے بعد یہ دوائی جڑی بوٹیوں سے تیار کی گئی ہے۔ چند روز میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔

قیمت فی شیشی ——— ایک روپیہ چار آنہ ——— تین شیشیوں کا سٹ ——— تین روپیہ ——— خرچہ وی پی و پیکنگ بذمہ خریدار آنکھوں کا ہسپتال قادیان

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم قادیان سے شائع ہوا